افضلیتِ

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

مفتی محمد غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ

سُنّی فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے مستند اقوال سے مزین لاجواب کتاب

افضلیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر مفتی محمد غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
سُنّی فاؤنڈیشن
66 Nearcliffe Road, Bradford, BD9 5AU(UK)
07908770991 / 03024588882
imranch786@hotmail.com
www.sunnifoundation.org

نام کتاب	افضلیت سیدنا صدیق اکبرؓ
مصنف	ڈاکٹر مفتی محمد غلام سرور قادری مدظلہ العالی
اہتمام اشاعت	عمران حسین چوہدری
کمپوزنگ	انجمن ضیاء طیبہ کراچی
سرورق	سنی میڈیا سروس
سن اشاعت	مئی 2012ء
ناشر	سنی فاؤنڈیشن

دعوتِ فکر

سنی فاؤنڈیشن کا نور ایمان اور دماغوں کو سکون بخشنے والا اصلاحی و نظریاتی انگلش، اردو لٹریچر زیادہ سے زیادہ خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کریں اور صدقہ جاریہ فرمائیں۔

ہم اپنی ذاتی تقریبات (شادی، سوئم، چہلم وغیرہ) میں دینی کتب بطور تحفہ عزیز و اقارب میں تقسیم کیوں نہیں کرتے؟

علم کے سفر میں مددگار بنئے

FULL SET PRICE
Rs.
350

ناشر

سُنّی فاؤنڈیشن

66 Nearcliffe Road, Bradford, BD9 5AU(UK)
07908770991 / 03024588882
imranch786@hotmail.com
www.sunnifoundation.org

انتساب

سیاست شرعیہ کے مجدد وبانی، نائب مجدد الف ثانی، عارف باکمال وقیوم زمانی،

حق وصداقت کی نشانی

فرزند سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ

کے نام

☆ جن کی صدارت وسربراہی سے جمعیۃ العلماء پاکستان کا کھویا ہوا وقار بحال وبلند ہوگیا۔

☆ جن کی حق گوئی وبیباکی سے صدر یحییٰ کو جام شراب چھوڑنا پڑا۔

☆ جن کے نعرہ حق نے ایوان اسمبلی کے درودیوار لرز اُٹھے۔

☆ جن کی صدائے حق نے ملت خوابیدہ کو لازوال بیداری بخشی۔

☆ جن کی حرارت ایمانی وسحر بیانی نے ملت کے ہر ہر فرد کو تحریک نفاذ نظام اسلامی کا پاسبان و علمبردار بنادیا۔

☆ جو عروس اقتدار سے ہمکنار ہونے کی بجائے نظام مصطفےٰ کی ترویج ومقام مصطفےٰ کے تحفظ کے لیے ایک عرصہ سے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کررہے ہیں۔

گر قبول افتدزہے عزوشرف

خادم جمعیۃ العلماء پاکستان

مفتی محمد ابوسعید (عرف) غلام سرور قادری

متخصص فقہ وقانون اسلامی......اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

ایم۔اے۔اسلامک لاء

حال جامعہ غوثیہ لیڈی پارک اوکاڑہ (ساہیوال)

خصوصی شکریہ

- ☆ حضرت علامہ پیر علاؤالدین صدیقی
- ☆ حضرت مفتی گل رحمٰن قادری
- ☆ مفتی پیر عبدالرسول منصور الازہری
- ☆ صاحبزادہ پیر مصباح المالک لقمانوی
- ☆ صاحبزادہ محمد رفیق چشتی سیالوی
- ☆ علامہ سید ظفر اللہ شاہ
- ☆ علامہ رسول بخش سعیدی
- ☆ سید فاروق حسین شاہ
- ☆ مولانا پیر غلام رسول چکسواری
- ☆ صاحبزادہ پیر طیب الرحمٰن قادری
- ☆ علامہ نیاز احمد صدیقی
- ☆ علامہ حفیظ الدین نقشبندی
- ☆ علامہ حفیظ الرحمٰن غزالی
- ☆ علامہ پیر احمد زمان جماعتی
- ☆ علامہ عبدالرزاق ضیائی (ڈربی)
- ☆ قاری محمد امین چشتی (برمنگھم)
- ☆ علامہ حافظ ذوالفقار علی شاکر
- ☆ صاحبزادہ سلطان نیاز الحسن قادری
- ☆ صاحبزادہ نور العارفین صدیقی
- ☆ علامہ قاری حفیظ الرحمٰن چشتی
- ☆ علامہ انور قمر
- ☆ پیر قاری محمد سلیم نقشبندی
- ☆ علامہ حافظ منیر احمد صابر
- ☆ علامہ سید تنویر حسین شاہ
- ☆ حافظ مشتاق اشرفی
- ☆ صاحبزادہ پیر اعجاز احمد شامی
- ☆ علامہ فاروق نظامی
- ☆ حافظ محمد سعید مکی
- ☆ علامہ پروفیسر رمضان رضا
- ☆ علامہ شاہ محمد نوری
- ☆ مولانا عبدالغفور چشتی (برمنگھم)
- ☆ قاری رضا المصطفےٰ چشتی
- ☆ صوفی محمد اقبال (لیسٹر)
- ☆ علامہ عاطف جبار حیدری

یہ وہ احبابِ محبت ہیں جنہوں نے دینی اور مشنری امور میں سُنّی فاؤنڈیشن کے قیام سے اب تک ہمیشہ مجھے بے لوث تعاون، مخلصانہ سرپرستی اور دعاؤں اور وفاؤں سے نوازا۔ ان مہربان اور کرم فرما شخصیات کے لیے میرا دل احساسِ تشکر کے جذبات سے لبریز ہے۔ ان کی محبت ہمیشہ میری آنکھوں میں لکھی رہے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم انہیں ہمیشہ اپنے خصوصی کرم کی چھاؤں میں رکھے۔ آمین

(عمران حسین چوہدری)

حُسنِ ترتیب

☆ اپنی بات

☆ تقدیم 10

☆ اجمالی جواب 12

☆ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں 16

☆ مسئلہ تفضیل حقوق عباد سے ہے۔ فضیلت اور افضلیت میں فرق 19

☆ فضیلت میں حدیث ضعیف معتبر ہے۔ مگر افضلیت میں نہیں۔ 19

☆ بخاری شریف کی ایک حدیث سے افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک اعتراض اور اس کا جواب 21

☆ افضلیت اور قرآن 24

☆ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور احادیث شریفہ 29

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ 30

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آٹھ روز تک نمازیں پڑھائیں۔ 30

☆ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں 31

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کوئی امامت نہ کرائے 33

☆ افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ میں تیسری حدیث 37

☆ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنالیا۔ 38

☆ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث 39

☆ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث 40

☆ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چھٹی حدیث 41

☆ مسئلہ افضلیت کے قطعی وظنی ہونے کی بحث 43

☆ افضل سے کیا مراد ہے 45

☆ اہلسنت کی علامات 47

☆ جس نے مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ 47

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کل جنتیوں کے سردار 49

☆ جہاد میں شیخین رضی اللہ عنہما کی شرکت 57

☆ علوم عامہ میں شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت 62

☆ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت شیخین رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرتے رہنے کا حکم دیا۔ 63

☆ علم قرآن میں شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت 65

☆ تقویٰ واتباع میں شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت 67

☆ تفضیلی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی 78

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل کہنا اہلسنت اور جمیع سلف کے خلاف 80

☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات 93

☆ واقعہ جمل وصفین 111

☆ فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 122

☆ فضائل ومناقب اہل بیت علیہم السلام 128

☆ فضیلت بہ ترتیب اہلسنت کا مسلک ہے اور اس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے 144

☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بے ادب اہل سنت سے خارج اور دوزخ ہے 144

☆ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر علماء اہلسنت کے فتاویٰ جات 149

اپنی بات

گلشنِ اسلام کی فصل بہار...... پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار...... اصحاب رسول کے سردار...... پیکرِ انوار...... شاہِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر...... آسمانِ صداقت کے چمکتے آفتاب...... صاحبِ صدق و صفا...... خلیفۃ الرسول...... امیر المومنین...... افضل البشر بعد الانبیاء، ثانی اثنین، تاجدار صداقت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اسلام کی حقانیت کی روشن دلیل ہے۔ ان کی کتابِ زیست کا ہر صفحہ یقین، خلوص، عشق اور ایثار کے تابندہ نقوش سے جگمگا رہا ہے۔ جانشینِ رسول حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کا ایک دلکش، دلآویز، چمکتا دمکتا، روشن روشن، روح پرور، عظیم المرتبت، ایمان افروز اور زرّیں باب ہیں۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عشق و محبت اور مہر و وفا کی ایک زندہ علامت ہیں۔ جن کے ذکر سے دلوں کی ویران بستیاں آباد ہوتی ہیں، جن کے خیال سے دل، دماغ اور روح معطر معطر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جن کی یاد سے حیاتِ انسانی کے دریچے مہکنے لگتے ہیں۔ جن کی یادیں اور باتیں نصابِ محبت ہیں۔ امت مسلمہ کے صوفی اوّل سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار اور احوال و آثار کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول ہو کر آپ نے ایسے نقوش چھوڑے ہیں کہ روزِ قیامت تک فرزندانِ اسلام انہی نقوش سے پھوٹتی روشنی سے اپنے قریہ ہائے قلوب کو اجالتے رہیں گے۔ کاروانِ ملت اگر نقوشِ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا خضرِ راہ بنالے تو آج بھی وہ سدرہ کی بلندیوں پر اپنا آشیاں بنا سکتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو دانستہ یا نادانستہ خلیفۂ اوّل، جلیل القدر صحابی حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر الزامات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ دردناک، المناک، افسوسناک اور تشویشناک بات یہ ہے کہ غیر تو غیر بعض ''اپنے'' بھی افضلیتِ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجماعی عقیدہ کے منکر بن کر سادہ لوح، معصوم اور ناسمجھ اہلِ سنّت کو گمراہی کے اندھیروں میں غرق کرنے میں دن رات مصروف ہیں۔ افضلیتِ سیّدنا سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ازلی اور ابدی حقیقتوں کا انکار کرنے والے سیاہ بخت ''مفکرین'' اپنے علم کے زعم میں بربادیوں کے راستوں کے بدنصیب مسافر بن چکے ہیں۔ افضلیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اہل سنّت کا اجماعی موقف ہے۔ اور اس کے حق میں اُمّت کے جلیل القدر علماء اور سند کا درجہ رکھنے والے مفتیانِ کرام کے سینکڑوں فتاویٰ جات، عادل اور شاہد

ہیں۔ اہلِ حق روزِ اوّل سے لحہ موجود تک افضلیتِ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجماعی عقیدہ پر متحد اور متفق ہیں اس لیے اس اجماعی عقیدہ کے منکرین ومخالفین کو اہلِ سنّت ہونے کا دعویٰ زیب نہیں دیتا، کیونکہ انہوں نے اہلِ سنّت کے اجماعی عقیدہ کو چھوڑ کر اپنا راستہ الگ کرلیا ہے۔ اہلِ سنّت کا لبادہ اوڑھ کر دوستی کے روپ میں دشمنی کرنے اور اہلِ سنّت کے مسلمہ عقائد کو جھٹلانے والوں کو اہلِ سنّت کا پاکیزہ اور مقدس نام استعمال کرنے کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ مبارک باد اور تحسین کے مستحق ہیں حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ، جنہوں نے اللہ کی بے پایاں توفیق سے ''افضلیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کے اُجلے موضوع پر تحقیقی کتاب تحریر کر کے حق کی جستجو کرنے والوں کے سامنے حقیقتِ حال بے کم وکاست پیش کردی۔ تاکہ شکوک وشبہات کا غبار چھٹ جائے اور حقیقت اپنے رخِ زیبا کے ساتھ آشکارہ ہوجائے۔ اہلِ سنّت کی قدیم اور عظیم درسگاہ جامعہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں کئی سال غزالیِ زماں رازیِ دوراں حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ مفتی اور مدرس کے فرائض سرانجام دینے والے حضرت مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ راسخ العلم عالمِ دین تھے۔ انہیں ابدی بشارتوں کی آخری کتابِ ہدایت قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی جمال آراء تفسیر اور درجنوں دوسری علمی، فکری اور تحقیقی کتابیں تحریر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے شہرِ داتا لاہور کی خوبصورت بستی ماڈل ٹاؤن میں جامعہ رضویہ کے نام سے ایک علمی دانش گاہ کی بنیاد بھی رکھی، جس کا آج اہلِ سنّت کی ممتاز درسگاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی اور وطنِ عزیز پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں اوقاف ومذہبی امور کے وزیر کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں، وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور وفاقی شرعی عدالت کے مشیر کے منصب پر بھی فائز رہے۔ حضرت مفتی صاحب نے 1970ء میں ''افضلیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کے نام سے کتاب تحریر فرمائی تھی جواب نایاب تھی، ''سُنّی فاؤنڈیشن'' نے اس کتاب کو بازیاب کر کے نئے رنگ اپ کے ساتھ شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت وعظمت اور مقام ومرتبے کے حقیقی اور تحقیقی جائزے پر مبنی ہے۔ کتاب کا حرف حرف، لفظ لفظ، صفحہ صفحہ اور باب باب قرآن وسنّت کی روشنیوں سے جگمگا رہا ہے۔ حضرت مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محنت اور محبت کے ساتھ مسئلہ تفضیل، شیخین کریمین، اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والے اختلاف کا صحیح پس منظر اجاگر کر کے اہلِ سنّت وجماعت کا اجماعی عقیدہ مدلل انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب محبینِ سیّدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ کے لیے ایک گرانقدر تحفہ ہے۔

پیارے پڑھنے والے!

پچھلے 15 برس سے عقائدِ اہل سنت کی ترویج و شاعت، اصلاحِ عقائد، تشکیلِ سیرت اور فکر رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فروغ کے لیے سرگرم عمل "سنّی فاؤنڈیشن" نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تحقیقی اور اشاعتی مشن کو تیز تر کرنے کے لیے "حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ریسرچ سنٹر" قائم کردیا ہے، اس تحقیقی ادارے کی طرف سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت، افکار اور تعلیمات کے مختلف پہلوؤں، گوشوں اور زاویوں پر کتابوں، پمفلٹ، ہینڈ بل، اشتہارات اور سٹکرز کی صورت میں لٹریچر شائع کیا جائے گا۔ ہم نے اپنے دل و دماغ میں یہ عزم سجالیا ہے کہ زندگی کی آخری سانس تک تذکارِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور افکارِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پھیلانے کے لیے اپنے جسم و جان کی ساری توانائیاں وقف کیے رکھیں گے۔ آئیے اس پاکیزہ مشن، مقدس تحریک اور ایمانی جد و جہد میں ہمارا ساتھ دیں اور ہمیں اپنی دعاؤں اور وفاؤں سے نوازیں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے، ہماری ٹوٹی پھوٹی کوششوں کو اپنی جناب میں قبول فرمالے اور اپنے خصوصی کرم اور فضل سے ہمارے ڈگمگاتے قدموں کو مضبوطی، ہمارے شکستہ ارادوں کو پختگی اور ہمارے ٹوٹتے حوصلوں کو نئی زندگی عطا کردے تاکہ ہم اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذرانوں کی سوغات پیش کرنے کے قابل رہیں۔

غبارِ راہِ مدینہ

عمران حسین چوہدری

- چیئرمین: سُنّی فاؤنڈیشن
- ایڈیٹر: ماہنامہ سُنّی ٹائمز
- چیئرمین: سُنّی کالج بریڈفورڈ
- چیئرمین: سُنّی یوتھ پارلیمنٹ

07908770991(UK)

0302-4588882(PK)

imranch786@hotmail.com

تقدیم

بعض حضرات کا تو دین ہی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جی بھر کر گالیاں دینا ہے مگر ہمیں تو ان مدعیان مسلک اہلسنت و جماعت کا افسوس ہے جو اہلسنت کا لبادہ اوڑھ کر اہلسنت میں گھسے ہوئے ہیں بلکہ کچھ تو عالم و عارف کہلاتے ......، مساجد اہلسنت میں اماموں اور خطابتوں پر فائز...... ان سے تنخواہیں، نذرانے اور ہدیے وصول فرماتے ہیں۔ مگر نمک حلالی کا یہ عالم ہے کہ ان بیچارے عوام، سادہ لوحوں، ان پڑھوں اور کم علم سُنّیوں کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بدعقیدہ اور رافضی بنانے میں کسر نہیں چھوڑتے یہ لوگ پہلے تو حب اہل بیت کا فرضی دم بھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے افضل ہونے کا گمراہانہ عقیدہ پھیلا کر عوام کو تفضیلی شیعہ بناتے ہیں یہ رفض اور تشیع کا پہلا زینہ ہے جو ایک سُنّی مسلمان کو سُنّی ہونے سے خارج کر کے تفضیلی شیعہ اور بدعتی کر دیتا ہے اور پھر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے خلاف کو رطب دیا بس اور سچے جھوٹے تاریخی واقعات کی تاریکی میں عوام کے دل و دماغ پر ایسا داغتے ہیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بدعقیدہ ہو کر جہنمی ہو جاتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

ایسے بہت سے نام نہاد مولویوں، قاریوں اور پیروں سے مجھے بحث و تمحیث کرنے کا اتفاق ہوا اور بار بار سے ایسے لوگوں کے بارے میں مجھ سے فتوے بھی طلب کیے گئے کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے سُنّی ہیں یا شیعہ، اور ان کو امام بنایا جائے یا نہ؟ پھر کچھ دوستوں کا اصرار ہوا کہ اس مسئلہ کی ایسی مدلل تحقیق و تفصیل کی جائے جس سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کا مکمل طور پر ازالہ ہو سکے، مجاہد اسلام جناب ...... شیخ عزیز احمد ...... صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی خصوصی فرمائش بھی شامل ہوگئی، جس نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا لہٰذا میں نے مسئلہ تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور سیدنا علی المرتضیٰ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اختلاف کا صحیح پس منظر اجاگر کر کے قرآن و سنت کے مطابق اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ایک ایسے مفصل و

مدلل فتوے کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔ جو ایک جامع کتاب ہو کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں اندرون اور بیرون ملک کے جلیل القدر اور مسلم علماء کرام ومشائخ عظام اہلسنت اور محققین دین وملت سے بھی فتاوے لے کر آخر میں درج کر دیے گئے، جن سے یہ کتاب مصدق و موید ہو کر جویان حق کے لیے ہدایت کبریٰ اور ہٹ دھرموں پر حجتِ عظمیٰ واقع ہوئی ہے بلکہ اگر اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں اسے بے نظیر اور ایک امتیازی شان کی حامل سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

اللھم تقبل منی ھذا الکتاب وادخلنی جنتك بلاحساب وعتاب بحرمة حبیبك صاحب فصل الخطاب علیه الصلوٰۃ والسلام مع آلہٖ وصحبه الکرام

فقیر قادری محمد غلام سرور رضوی مصطفوی
(سابق مفتی ومدرس مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان شہر)
(1970ء)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

۱۔ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے۔

۲۔ایک شخص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو فاسق کہتا ہے اور اُن کو بُرا جانتا ہے کیا یہ دونوں شخص اہلسنت و جماعت سے ہو سکتے ہیں اور کیا ان کو اہلسنت کی مساجد میں امامت و خطابت کے لیے رکھا جائے یا نہ۔؟

بینوا بالتحقیق والتفصیل توجروا من الرّب الجلیل
ابوالعطاء حافظ نعمت علی چشتی سیالوی
خطیب فرید ٹاؤن ساہیوال
حال مقیم (ہڈز فیلڈ، برطانیہ)

الجواب مِنہ الھدایۃ والصواب

خطبہ آغاز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الحمد للّٰہِ رَبِّ الْعَالمین والصلوٰۃ والسلام عَلیٰ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین منتقصھم و مبغضھم من الفاسقین اما بعد قال اللّٰہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (سورۃ الحدید، آیت ۱۰)

وَقَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم اذا ظھرت الفتن او البدع وسُبَّ اصحابی فلیظھر العَالِمُ عِلْمَہٗ فَمَنْ لَّم یَفْعَل ذٰلِكَ فَعَلَیْہِ لعنۃُ اللّٰہ والملائکۃِ اجمعین لا یقبل اللّٰہُ مِنْہُ صَرفاً وَ لا عَدلاً۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان رحمت والا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام نازل ہو اس کے محبوب ﷺ پر جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ کی اس آل و اصحاب پر جن کی شان اقدس میں کمی کرنے اور ان سے بغض رکھنے والا فاسقوں سے ہے۔ اما بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔

"نہیں ہیں برابر تم میں سے وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ اور جہاد کیا۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا اور سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔" (سورت حدید آیت ۱۰)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جانے لگے تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، سو جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہیں قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ اور نہ کچھ خیرات۔"

(حضرت خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے اسے اپنی کتاب "الجامع بین آداب الراوی والسامع" میں بہ سند خود روایت کیا ہے (قالہ الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ)

اجمالی جواب

فضلیت بہ ترتیبِ خلافت اہلسنّت کا مسلک ہے اور اس کا منکر اہلسنّت سے خارج ہے

انبیاء و مرسلین کے بعد تمام مخلوق الٰہی انسانوں، جنوں اور فرشتوں سے افضل سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ۔ شیخین کریمین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ سے افضل ماننا اہلسنّت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اس لئے جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی دوسرے صحابی کو صدیق اکبر یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے یا سمجھے گمراہ، بدمذہب اور اہلسنّت و جماعت سے خارج ہے اسے اہلسنّت کی مساجد میں نہ امام بنایا جائے اور نہ خطیب کیونکہ وہ فاسق العقیدہ اور تفضیلی شیعہ ہونے سے امامت کے قابل نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بے ادب اہلسنّت سے خارج اور دوزخی ہے

کسی صحابی کے ساتھ بغض اور سوءِ عقیدت یعنی برا عقیدہ رکھنا بدمذہبی، گمراہی اور دوزخی ہونا

ہے کیونکہ وہ دراصل حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بغض اور سوء عقیدت ہے۔ ایسا شخص رافضی ہے اگر چہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرے بالخصوص حضرت امیر معاویہ ان کے والد ماجد ابو سفیان، والدہ ماجدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا اور رفض ہے جو اس کا قائل ہو ان کی شان میں گستاخی کرتا یا اُن سے برا عقیدہ رکھتا ہو وہ رافضی شیعہ اور اہلسنّت سے خارج ہے اسلئے اس کی امامت وخطابت ناجائز ہے۔

تفصیلی جواب

اس سلسلے میں ہم قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل جواب عرض کرتے ہیں جس کے بغور مطالعہ کے بعد کوئی قلب سلیم رکھنے والا انسان انحراف وانکار کی وادی میں بھٹکتے پھرنا پسند نہ کرے گا۔ آخر میں ملک اور بیرون ملک کے جید علماء کرام کی تصدیقات وتصویبات بھی لائق دید ہیں۔

افضلیت
سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں

عقل وشعور

خداوند قدوس نے جن وجوہات سے انسان کو اشرف واکرم مخلوق قرار دیا ہے ان میں سے ایک اس کا ذی شعور وعقل ہونا بھی ہے، یہ عقل وشعور ہی ہے جو گفتگو کے وقت متکلم کو" کیوں؟ کس لئے؟ کیوں کہ؟ کیا وجہ ہے؟ اسلئے اور لہٰذا" جیسے الفاظ کے اصرار پر مجبور کرتا ہے اور یہ صورتحال صرف پڑھے لکھے حضرات تک ہی محدود نہیں بلکہ ذرہ سی سوجھ بوجھ رکھنے والوں، مطلق ناخواندہ اوران پڑھوں میں بھی منطقی تالیف وترتیب کے لحاظ کے بغیر دلائل کی روشنی میں تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے اوران میں بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھے بغیر شاید ہی کوئی بات تسلیم ہوتی ہو۔

قلب سلیم کا کام

منطقی دلائل اور عقل وشعور جس بات کی تائید کردیں اسے تسلیم کرنا قلب سلیم ہی کا کام ہوتا ہے اور یہی قلب سلیم والے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "قوم یعقلون"، "اولوالابصار" اور "اولوالالباب" جیسے مقدس اوصاف سے قرآن پاک میں یاد فرمایا ہے، ان لوگوں کی طبیعت میں اس قدر لچک ہوتی ہے کہ وہ وضوح اور ظہورحق کے بعد اسے تسلیم کئے بغیر رہتے ہی نہیں ہیں، ایسے لوگ مسئلہ کو نہیں اس کے دلائل کو مقدم رکھتے ہیں اسلئے کہ مسئلہ دعویٰ ہوتا ہے اور دلیل گواہ جس طرح دعوئ سے پہلے گواہ کا وجود وتزکیہ ضروری ہے اسی طرح مسئلہ سے پیشتر دلیل کا وجود انتہائی لازمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اختلاف ایک قدرتی امر ہے مگر اس کا دلائل کی روشنی میں ہونا ضروری ہے ورنہ وہ ایک قدرتی امر ہونے کی بجائے کجروی اور گمراہی قرار پائے گا۔

یہی حال زیر بحث مسئلہ کا ہے جس میں شیعہ صاحبان نے بلا دلیل اہلسنت سے اختلاف کر کے کجروی اور گمراہی اختیار کی ہے اہلسنت و جماعت کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ حتیٰ کہ حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ٹھہرانا ایسے عقلی ونقلی دلائل کی بناپر ہے جولاجواب اور ناقابل تردید حیثیت کے حامل ہیں اس کے برعکس شیعوں کا خیال محض وہم کے سوا کچھ نہیں۔

مسئلہ تفضیل حق ہے

یہاں دو باتیں خوب ذہن نشین رہیں اول یہ کہ مسئلہ تفضیل حق ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے بعض نادانوں سے سننے میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام برابر ہیں کوئی کسی سے مرتبے میں بڑھ کر نہیں سب یکساں مرتبہ رکھتے ہیں مولانا ظفر علی صاحب نے بھی اپنے مندرجہ ذیل شعر میں یہی کہا ہے

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فرق نہیں ان چاروں میں

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر اس قول کی کوئی معقول تاویل نہ کی جائے تو یہ قرآن وحدیث کی تکذیب اور کفر ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(ترجمہ) برابر نہیں وہ مسلمان کے بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے

والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی اس کی طرف سے درجے اور بخشش
اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ نساء، آیت ۹۵-۹۶)

اس آیت میں واضح ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں اور یہ کہ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوسکیں اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت ان سے زیادہ حاصل ہے مگر ہیں سب جنتی

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ

(ترجمہ) اور وہ ہر فضیلت والے کو اس کا فضل دے گا۔ (سورۃ ہود، آیت ۳)

یعنی جس نے دنیا میں اعمال صالحہ کئے اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں اسے اللہ تعالیٰ عملوں کے برابر درجہ دے گا یعنی جیسی کسی کی فضیلت عملیہ ہوگی اسے جنت میں ویسی فضیلت درجہ حاصل ہوگی۔

تیسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى

(ترجمہ) اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے ہیں اور گنجائش والے قرابت والوں کے دینے کی۔ (سورۃ نور، آیت ۲۲)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولوالفضل (فضیلت والا) کہہ کر آپ کی فضیلت کو منصوص فرما دیا۔ ہمارا مقصد بھی ثابت کہ صحابہ میں تفاضل مسلم ہے۔

چوتھی جگہ ارشاد ہے:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

(ترجمہ) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو

تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔(سورۃ حدید آیت ۱۰)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جن صحابہ کرام نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا جبکہ مسلمان کمزور تھے وہی مہاجرین وانصار میں سے سابقون اولون ہیں وہ مرتبہ میں ان حضرات سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ اور جہاد کیا جب کہ مسلمان نسبتاً زیادہ اور طاقتور تھے۔

اس آیت سے تفاضلِ صحابہ ثابت ہوا نیز چونکہ یہ آیت سیدنا صدیق اکبر ﷛ کی شان میں نازل ہوئی اسلئے آپ کی افضلیت کی دلیل بھی ٹھہری۔

ان چاروں آیتوں سے صحابہ کرام میں تفاضل رُتبی کا بین ثبوت ہے۔جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔اس طرح مسئلہ تفضیل کی حقیقت قرآن حکیم سے ثابت ہوئی۔فللّٰہِ الحمد

مسئلہ تفضیل حقوق عباد سے ہے، فضیلت اور افضلیت میں فرق

دوسری بات جو ذہن نشین ہونی چاہئے وہ یہ ہے کہ مسئلہ تفضیل حقوق العباد سے ہے۔جس میں کوتاہی ہوگی تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائے گا جب تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے گا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ۔

فضیلت (یعنی خود اچھا ہونے) اور افضلیت (یعنی دوسروں سے اچھا ہونے) میں زمین اور آسمان کا فرق ہے فضیلت میں ضعیف حدیثیں بالاتفاق قبول ہوتی ہیں مگر افضلیت میں بالاجماع ناقابل قبول۔ضعیف احادیث صرف وہاں قابل قبول ہوں گی جہاں نفع ہی نفع ہو نقصان نہ ہو اور جہاں ان کے قبول کرنے میں حرام کا حلال یا حلال کا حرام ہونا لازم نہ آتا ہو اور نہ ہی کسی کا حق تلف ہوتا ہو غرضیکہ وہاں کسی بھی صورت میں شرع کی مخالفت کا اندیشہ نہ ہو،انسان کے فضائل اعمال کے فضائل کی طرح ہیں جن بزرگوں کی فضیلت تفصیلی یا اجمالی طور پر دلائل صحیحہ سے ثابت ہو اگر ان کی کوئی خاص صفت حدیث ضعیفہ میں آجائے اور کوئی حدیث صحیح اس کے خلاف نہ وہ اس حدیث ضعیف کا مقبول ہونا تو بالکل ظاہری ہے کیونکہ ان بزرگوں کی فضیلت جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو یہ حدیث ضعیف ان کے موافق ہی ہے۔جس کے ماننے سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

فضیلت میں حدیث ضعیف معتبر ہے مگر افضلیت میں نہیں

اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو اور تنہا حدیث ضعیف ہی فضیلت میں آجائے ساتھ ہی کسی حدیث صحیح

کی مخالفت بھی نہ ہو وہ بھی معتبر و مقبول ہوگی کیونکہ وہ کسی حدیث صحیح کی اگر موئد نہیں تو مخالف بھی نہیں اسلئے فضیلت میں بلا شک وشبہ معتبر و مقبول ہوگی۔ مگر تفضیل کا مسئلہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں کسی کو دوسرے سے افضل ماننا یہ جب ہی جائز ہوگا جب خدا تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ یا اجماع سے ہمیں خوب معلوم ہو جائے۔

اسلئے کہ یہ حقوق عباد سے ایک حق ہے شرعی اسباب وعلل استحقاق پر غور کیے بغیر آنکھیں بند کر کے یوں ہی مصنوعی اور اندھی عقیدت کی بنا پر کسی کو افضل اور کسی کو مفضول قرار دینا اتلاف حق کا موجب ہو سکتا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے اور فسق بھی۔ جسے دوسرے حقوق عباد کی طرح خدا تعالیٰ بھی معاف نہ کرے گا۔ جب تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے بلکہ بلا علم و بلا ثبوت افضلیت کا حکم لگا دینے سے اگر عند اللہ غلطی ہوگئی کہ مفضول کو افضل اور افضل کو مفضول بنا دیا تو اس سے جہاں فریق اوّل کے حق میں ناجائز غلو اور افراط ہوا وہاں نہ صرف یہ کہ فریق ثانی کا حق ضائع ہوا بلکہ اس کی شان میں تفریط و تنقیص بھی ہوئی جو کسی طرح جائز نہیں بلکہ حرام اور اشد حرام ہے۔

یہاں تین قباحتیں لازم آئیں بلکہ چار شمار کیجئے ایک تو فریق اول کی شان میں غلو دوسرے تحلیل حرام (افضل کو مفضول بنانا) تیسرے تنقیص شان افضل اور چوتھے اس کے حق کی تضیع واتلاف جو سراسر ظلم اور خلاف عدل وانصاف ہے۔ کیونکہ افضل کہنا حق اس کا تھا ملا اور کو بالخصوص زیر بحث مسئلہ میں جب کہ عقیدہ میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تفضیل محقق و مثبت و مدلل و مجمع علیہ ہے اور اس کے خلاف سقیم وضعیف حدیثوں سے استدلال کیا جائے۔ جیسا کہ آج کل کے کم علم لوگ اس قسم کی حدیثوں سے استفادہ کر کے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جو شریعت کے صریح خلاف اور سنت پاک سے کلی انحراف ہے اسی لئے آئمہ کرام نے ایسے تفضیلیوں کو بھی رافضی ٹھہرایا ہے۔

كما بينه اما منا ابو حنيفة زمانه و جنيد اوانه الامام احمد رضا خان اسكنه الله تعالىٰ فى صدر الجنان فى كتابه الشريف مطلع القمرين فى ابانة سبقة العمرين

بلکہ اگر بالفرض تفضیل صدیق اکبر پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے خلاف کوئی حدیث صحیح آ جائے تو وہ ضرور ضرور واجب التاویل ہے پھر اگر خدانخواستہ اس میں صلاحیت تاویل نہ ہو تو اسے قبول ہی نہ کیا

جائے گا کیونکہ حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت تواتر و اجماع سے ہے کوئی حدیث جو خبر واحد ہو کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہو تواتر و اجماع کے مقابلے میں نہیں آسکتی۔

بخاری کی ایک حدیث سے

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک زبردست اعتراض اور اس کا بہترین جواب

ہماری مذکورہ بالا تحقیق سے ایک زبردست اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے جو بخاری کی ایک حدیث سے افضلیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر وارد ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ بَيْنَا اَنَا نَائِمْ رَاَيْتُ النَّاس يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَادُوْنَ ذٰلِكَ وَعرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب وَعَلَيْهِ قَمِيْصْ يَجُرُّهُ قَالُوْ فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَارَسُوْل اللّٰه قَالَ الدِّيْنَ

(صحیح البخاری ج ا ص ۸)

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نیند کی حالت میں لوگوں دیکھا کہ وہ میرے پیش کئے جارہے ہیں جبکہ ان پر قمیضیں تھیں کچھ لوگوں کی قمیضیں ان کی چھاتیوں تک تھیں اور کچھ اس سے بھی کم اور عمر بن خطاب میرے پیش ہوئے جب کہ ان پر قمیض تھی لمبی جسے وہ زمین پر گھسیٹ رہے تھے صحابہ نے پوچھا آپ نے اس لمبی قمیض کی کس چیز سے تعبیر فرمائی؟ فرمایا دین سے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ حدیث کے لفظ ''الناس'' میں عموم ہے جس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شمول کا وہم بھی ہوسکتا ہے جس سے لازم آئے گا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دین میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی زائد ہوں لہذا ان سے افضل ہوں گے؟

مگر ہماری گذشتہ تقریر اگر دل نشین ہے تو یہ وہم خود بخود مدفوع ہوتا دکھائی دے گا وہ یہ کہ یہ حدیث خبر واحد ہے جس کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی متواتر اور اجماعی افضلیت سے تعارض واقع ہورہا ہے اس صورت میں خبر واحد واجب التاویل ہے اگر تاویل کی صلاحیت نہ رکھتی ہو تو واجب الرد ہوگی۔ مگر بحمد تعالیٰ بخاری کی یہ حدیث صالح تاویل ہے اور تاویل یہ ہے کہ یہ عام مخصوص عنہ البعض

ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تواتر واجماع سے مخصوص ہیں اور یہ حدیث انہیں شامل ہی نہیں ہے۔

البتہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی امت کے باقی سب افراد کو یہ حدیث شامل ہے اور وجہ شمول عدم وجود مخصص ہے بلکہ اس کے برعکس اجماع وتواتر باقی سب افراد کے شمول وعموم کا حامی ومؤید ہے کیونکہ بالفرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد باقی حضرات پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے خلاف کوئی صحیح حدیث بھی آجائے تو وہ بھی تواتر اور اجماع سے مؤول ہوگی یا مردود۔

اسی حدیث کی شرح میں امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَئِنْ سَلَّمْنَا التَّخصِیصَ بِہٖ فَھُوَ مُعَارِضٌ بِالْاَحَادِیْثِ الکثیرۃ البَالِغَۃِ دَرَجَۃَ التَّواتُرِ الْمَعنَوِیِّ الدَّالَّۃِ عَلٰی اَفْضَلِیَّۃِ الصِّدِّیْقِ رضی اللّٰہ عَنہُ فَلَا تُعَارِضُھَا الآحادُ وَلَئِنْ سَلَّمْنَا التَّسَاوِیَ بَیْنَ الدَّلِیْلَیْنِ لٰکِنَّ اجماعَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ عَلٰی اَفْضَلِیَّتِہٖ وَھُوَ قَطْعِیٌّ فَلَا یُعَارِضُہٗ ظَنِّیٌّ

(ارشاد الساری الی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص:۱۰۶/۱۰۷)

(ترجمہ) یعنی اگر ہم اس حدیث کی فاروق اعظم کے ساتھ تخصیص تسلیم کرلیں تو یہ ان بہت سی حدیثوں کے معارض ہے جو تواتر معنوی کو پہنچتی ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں، سو اخبار آحاد۔ ان کا معارض نہیں کرسکتیں اور اگر ہم افضلیت کی دونوں دلیلوں کی برابری بھی تسلیم کرلیں لیکن اہلسنّت وجماعت کا اجماع افضلیت صدیق پر قائم ہے اور وہ قطعی ہے لہٰذا خبر دار مذکور ظنی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔
فللہ الحمد

الغرض مسئلہ افضلیت ہرگز فضائل کی قبیل سے نہیں ہے جن میں ضعیف حدیثیں قابل توجہ ہوتی ہیں بلکہ یہ عقائد قطعیہ کے باب سے ہے جس میں ضعیف حدیثیں تو بکار ہیں حاد صحاح بھی قابل توجہ نہیں سمجھی جاتیں۔ کما ھو مصرح فی المواقف و شرحہ

مسلک اہلسنّت دلائل کی روشنی میں

اہلسنّت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوقات الٰہی، جنوں اور انسانوں سے کلی طور پر افضل و اعلیٰ ہیں، علم، تقوے اور معرفت الٰہیہ میں کوئی ان کے برابر نہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر فارق ﷛ کا مرتبہ ہے اس پر اہلسنت و جماعت کا اجماع واتفاق ہے جسے تسلیم کئے بغیر کوئی شخص ہرگز ہرگز اہلسنت و جماعت سے نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا پھرے اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد خلاف عظمیٰ و امامت کبریٰ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کے حصہ میں آئی ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم ﷛ اس پر فائز ہوئے۔ نیز اس پر جمہور اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم ﷛ کے بعد حضرت عثمان غنی ﷛ سب سے عنداللہ افضل و اعلیٰ ہیں ان کے بعد مولا علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ ہے۔

حضرت علی ﷛ کا ان حضرات کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کرنا اور ان کی زیر حکومت ہمہ تن فرماں برداری کرنا بھی بہ مطابق ترتیب خلافت ان کے افضل ہونے کی بڑی دلیل ہے سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ کی افضلیت مطلقہ وکلیہ قرآن وحدیث اور اجماع اہلسنّت جیسے ناقابل تردید دلائل سے محقق ومثبت ہے جنہیں بغور دیکھنے کے بعد ہر عقل مند مسلک مہذب اہلسنّت کی تحقیق وتصویب پر مجبور ہو جاتا ہے۔

افضلیت اور قرآن حکیم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ثبوت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات پیش کی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۱:

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۝ (لیل ۱۷ تا ۲۱)

(ترجمہ) اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا وہ جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک عنقریب وہ راضی ہوگا۔

امام بزار نے حضرت زبیر بن عوام سے، ابن جریر ابن منذر آجری اور ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ سے اور حضرت امام حاکم نے حضرت ابن اسحاق سے بہ سند خود روایت کیا ہے اور ساتھ ہی کہا کہ یہ روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے وہ یہ کہ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتریں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ مِنَّا عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (تفسیر کبیر ج ۸، ص: ۲۱۷)

یعنی مفسرین اہلسنت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے اس میں لفظ اتقٰی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے جس کے معنی ہیں ''سب سے بڑا پرہیزگار'' اور قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے وہی سب سے افضل ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (سورۃ حجرات، آیت ۱۳)

(ترجمہ) بے شک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

شیعوں کا کہنا ہے کہ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مراد ہونا وزنی دلائل سے ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن، سنت اور اجماع مجتہدین سے بڑھ کر کوئی وزنی دلائل نہیں یہاں پر تین ایسے ناقابل تردید دلائل ہیں جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

ناقابل تردید دلائل

جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں

دلیل اوّل

یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں کا مصداق بنانا اجماع کے خلاف ہے اور اجماع کے خلاف کرنا جائز نہیں۔

دلیل دوم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى (یعنی اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) تائید کرتا ہے کہ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مراد لینے پر لازم آئے گا کہ ان پر کسی کا کچھ احسان نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بے شمار احسانات ہیں اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے والد سے لے لیا تھا اور ان کی پرورش فرمائی ان کے خورد و نوش اور لباس وغیرہ جیسی ضروریات زندگی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کفیل تھے، اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا بہت مال خرچ کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا اعتراف فرمایا۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدًا اِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ (ترمذی ج ۲، ص: ۲۰۹)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان نہیں اس

کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا مال، اہل وعیال اور جان تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردی، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیتوں کے مصداق ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ٹھیک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں، دینی احسان تو ہے اس کا بدلہ تو ان کو چکانا تھا لہٰذا وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں بن سکتے۔ جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض بالکل بے کار اور لایعنی ہے کیونکہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دینی احسان ہے مگر اس کا بدلہ چکانا مطلوب نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرمادیا:

لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ

(ترجمہ) یعنی میں اس تبلیغ رسالت اور ارشاد ہدایت پر تم سے کچھ عوض نہیں مانگتا۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی سے وہ نعمت اور احسان مراد ہے جس کا بدلہ چکایا جائے جیسا کہ تُجْزٰی کے لفظ سے واضح ہے جو نعمت مخصصہ ہے اور وہ دنیاوی احسان ہی ہوسکتا ہے، اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا:

''اور اس پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ چکایا جائے''

لہٰذا اس ایت کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہوسکتے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ آیت میں اَلْاَتْقٰی کو عام رکھا جائے تاکہ یہ حکم ہر پرہیزگار کو شامل ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اَلْاَتْقٰی اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا مقتضی اور موضوع خصوص ہے، عموم لینے کیلئے ''اَلْاَتْقٰی'' کو مجاز اَتْقٰی کے معنی میں کرنا پڑے گا اور مجازی معنی اس وقت ممکن ہوگا جب اَتْقٰی کا اپنے معنے موضوع لہ یعنی خصوص میں استعمال متعذر اور ناممکن ہو کیونکہ ائمہ اصول فرماتے ہیں کہ حقیقت جب تک ممکن ہو مجازی معنی لینا جائز نہیں، لیکن یہاں حقیقی معنی ممکن ہیں لہٰذا مجازی معنی لینا جائز نہیں بلکہ سبب نزول اور اجماع مفسرین بھی اسے مجاز پر محمول کرنے کے حق میں نہیں ہیں اسلئے واجب ہے کہ ''اَلْاَتْقٰی'' میں لام عہد خارجی کا قرار پائے اور اس کے مقصود و مراد

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔

لہٰذا آپ کی افضلیت قرآن سے ثابت رہی۔ فللّٰہ الحمد

آیت نمبر۲

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں قرآن کی دوسری آیت ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے بلند و بالا پروردگار کی رضا جوئی ہی کیلئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور ضرور عنقریب وہ راضی ہوں گے۔

مگر سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝

بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے یعنی ہمیں اپنے رب سے اس ترش اور نہایت سخت دن کا ڈر ہے اسلئے ہم تم سے اپنے عمل کی جزاء یا شکر گزاری نہیں چاہتے یہ عمل اسلئے ہے کہ ہم اس دن خوف سے امن میں رہیں۔

یہ اور اوپر کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا اپنا مال دینا خدا کیلئے تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہونے والی آیت بتاتی ہے کہ ان کا مال کو خرچ کرنا خدا اور قیامت کے دن کے خوف کیلئے تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی آیت بتاتی ہے کہ وہ قیامت کے دن کے خوف سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کیلئے مال خرچ کرتے تھے نہ آپ کو قیامت کے ترش سخت دن کا ڈر تھا اور نہ ہی ثواب سے کوئی غرض بلکہ ذات باری تعالیٰ کی رضا جوئی آپ کا اولین اور آخرین مقصود تھا۔ لہٰذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ ثابت ہوئے۔

ان دونوں آیتوں کے علاوہ دس آیتیں اور بھی ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر شاہد عدل ہیں بخوف طوالت انہیں نقل نہیں کیا جا رہا۔

افضلیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور احادیث شریفہ

افضلیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل احادیث شریفہ پیش کی جا سکتی ہیں۔

حدیث اول

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں اضافہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **مروا ابا بکر فلیصل بالناس** کہ ابو بکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے یعنی میری جگہ لوگوں کا نماز میں امام بنے۔اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا **یا رسول اللّٰہ انّہ رجل رقیق اذا قام مقامك لم یستطع ان یصلی بالناس** کہ اے اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ایک نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ نماز پڑھانے کھڑے ہوں گے تو فرط غم سے وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے یعنی ان کی جگہ کسی اور کو مقرر فرما دیں۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **مری ابا بکر فلیصل بالناس** کہ اے عائشہ تو ابو بکر کو کہہ دے وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس پر ام المومنین نے پھر وہی بات دہرائی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مری ابا بکر فلیصل بالناس فانکن صوا حب یوسف** کہ اے عائشہ ابو بکر سے کہہ دے کہ وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہو۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم بھیجا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فاتاہ الرسول فصلّی بالناس فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح بخاری مجتبائی، ج۱، ص:۹۳)

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت حدیث متواتر سے ثابت ہے

یہ حدیث متواتر ہے عائشہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زمعہ، ابوسعید، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حفصہ بی بی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے یہی وجہ ہے کہ علما کرام نے اس حدیث کو حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت مطلقہ، کلیہ، خلافتِ حقہ اور آپ کے سب سے زیادہ لائق امامت ہونیکی ٹھوس دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق میں فرماتے ہیں۔

قال العلماء فی هذا الحدیث انهٗ او ضح دلالة علی ان الصدیق افضل الصحابه علی الاطلاق واحقهم بالخلافة واولیهم بالامامة

یعنی علماء کرام نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرنے میں نہایت واضح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے مطلقاً افضل، خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت کے سب سے زیادہ لائق ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آٹھ روز تک نمازیں پڑھائیں

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ صواعق میں فرماتے ہیں کہ ابن عدی، ابو بکر عیاش سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت ہارون الرشید نے ان سے فرمایا کہ اے ابو بکر لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ و جانشین کیسے منتخب کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ خاموش رہا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مسلمان خاموش رہے، حضرت ہارون الرشید نے فرمایا...... اے ابو بکر! قسم بخدا مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی (کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے) ابو بکر کہتے ہیں۔ میں نے کہا امیر المومنین یوں سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز تک بیمار رہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت اقدس ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جگہ لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ فرمایا ابو بکر کو کہو لوگوں کو نمازیں پڑھاتے رہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو آٹھ روز نمازیں پڑھاتے رہے جبکہ اس دوران وحی بھی نازل ہوتی رہی اگر خدا تعالیٰ کو حضرت ابو بکر کی امامت پسند نہیں ہوتی تو وحی کے ذریعے منع فرما دیتا مگر ایسا نہ فرمایا معلوم ہوا کہ یہ بات خدا تعالیٰ کو پسند تھی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے فاعجبه فقال بارك الله

فیک یعنی ابو بکر بن عیاش کی یہ بات امیر المومنین کو پسند آئی تو خوش ہو کر بولے خدا تجھ میں برکت فرمائے۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں

آخری ایام میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ بعض کی طرف سے بار بار مشورہ عرض ہوا کہ وہ بہت رقیق القلب ہیں آپ کو مصلے پر نہ پا کر رو پڑیں گے اور ان سے نمازیں نہ پڑھائی جائیں گی۔ آپ ان کی بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمائیں مگر آپ نے ہر بار یہ فرما کر کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو ابو بکر ہی منظور ہیں۔ ان کے مشورے کو قبول نہ فرمایا۔ (ملاحظہ ہو بخاری مجتبائی، ج ا صفحہ ۹۳) چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امامت کراتے رہے اس طرح حضور ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مقدس مصلے پر چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی دوسرا صحابی، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہوتا یا کم از کم برابر ہی ہوتا تو حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کے عذر کا مشورہ قبول فرما کر ان کی بجائے کسی دوسرے کو مقرر فرما دیتے مگر ایسا نہ کیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نظر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی مثال ہی نہ تھا۔ اسلئے انہیں اپنا مصلیٰ سپرد فرمایا بلکہ خود بھی ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ چنانچہ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وروی عنها ان النبی ﷺ صلی خلف ابی بکر قاعدا

(ترمذی، جلد اص: ۴۸)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

پھر امام ترمذی دوسری حدیث نقل فرماتے ہیں:

وروی عن انس بن مالك ان النبی ﷺ صلی خلف ابی بکر وهو قاعد (ترمذی، ج:۱، ص:۴۸)

یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی۔

پھر تیسری حدیث نقل فرماتے ہیں

عن انس قال صلی رسول اللہ ﷺ فی مرضہ خلف ابی بکر قاعدا فی الثوب متوشحا بہ۔ (ترمذی، ج:۱،ص:۴۸)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ جسے بغل کے نیچے سے کرکے شانے مبارک پر ڈالا ہوا تھا۔

ان تینوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اسی طرح نسائی میں بھی دو حدیثیں ہیں۔

عن انس قال اٰخر صلوٰۃ صلاھا رسول اللہ ﷺ مع القوم فی ثوب واحد متوشحا خلف ابی بکر۔ (نسائی، ج:۱،ص:۱۲۷)

یعنی سب سے آخری نماز جو رسول ﷺ نے قوم کے ساتھ ایک کپڑے میں پڑھی جسے آپ نے بغل کے نیچے سے شانے شریف پر ڈالا ہوا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھی۔

دوسری حدیث ہے:

عن عائشہ ان ابا بکر صلی للناس و رسول اللہ ﷺ فی الصف (نسائی، ج:۱،ص:۱۲۷)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے صف میں تھے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی حدیثوں میں تعارض کا رفع

بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مصلے پر کھڑے رہنے کا اشارہ کیا۔ مگر آپ پیچھے آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے، فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب میں نے تمہیں مصلے پر کھڑا رہنے کا ارشاد فرمایا تھا تو تم پیچھے کیوں ہٹ آئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ (حدیث 1)

ما کان لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (بخاری، ج:1،ص94)

ابوقحافہ کے بیٹے کو لائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھے۔

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسر نفسی کے طور پر اپنے آپ کو ابوبکر کہنے کی بجائے ابن ابی قحافہ کہا۔ ابوقحافہ آپ کے والد ماجد کی کنیت ہے ان کا نام عثمان بن عامر رضی اللہ عنہ ہے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ شرف بیعت سے مشرف ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "تم نے بزرگ کو یہاں لانے کی تکلیف دی، اچھا ہوتا کہ یہ اپنے گھر میں تشریف رکھتے ہم تمہاری تکریم و تعظیم سے وہاں ہی تشریف لے چلتے اور یہ مسلمان ہو جاتے" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ آپ کی خدمت میں پہلے ہی آ رہے تھے۔ پھر آپ نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی عمر اس وقت کافی تھی۔ ان کے سر اور داڑھی کے بال نہایت سفید ہو چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیاہ خضاب کو چھوڑ کر کسی دوسرے خضاب سے اس کے بالوں کی سفیدی کو بدل دو چنانچہ انہوں

نے اس پر عمل کیا۔ آپ ہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خضاب لگایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بھی حیات رہے اور ان کے ترکہ سے چھٹا حصہ پایا اور انہیں کے بچوں کو واپس کر دیا۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی وراثت پائی۔ آپ نے ۹۸ سال کی عمر میں ۱۴ھ ماہ محرم میں وفات پائی۔ آپ نے احادیث شریفہ بھی روایت کی ہیں۔

(اسد الغابہ، ج:۳، ص:۳۷۴/۳۷۵)

اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں جن میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے کو ہٹ گئے اور حضور ﷺ نے امامت کرائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقتدیوں میں شریک ہو گئے مگر نسائی اور ترمذی کی احادیث ابھی گزریں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ آپ ﷺ مقتدی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام۔

یہ تعارض اور تضاد قائم ہو گیا ہے جسے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کے آخری ایام عمر میں نمازیں پڑھائیں۔ جن میں سترہ نمازوں کی صراحت تو بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ اسلئے اختلاف روایات کو اختلاف احوال و تعدد واقعات پر محمول کیا جائے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ادباً پیچھے ہٹ جاتے اور حضور ﷺ کی طبع مبارک امامت کے فرائض انجام دے سکنے کے قابل ہوتی تو آپ آگے بڑھ جاتے اور اگر طبع شریف اس قابل نہ ہوتی تو آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلے پر ہی کھڑے رہنے کو بہ امر واصرار مجبور فرماتے تو وہ...... **الامر فوق الادب**...... کی رو سے تعمیل حکم کر کے نماز پڑھا دیتے اور حضور ﷺ مقتدیوں ہی میں جلوہ گر رہتے۔ **کما اشار الیہ الامام ابن حجر العسقلانی فی الفتح** (فتح الباری ج ۲، ص ۱۲۳)

بہر صورت حضور ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے اس کا منکر کوئی جاہل ہی ہوگا۔ چنانچہ انسان العیون میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا:

ثبت انه ﷺ خلف ابی بکر مقتد یا به فی مرضه الذی مات فیه ثلاث مرات ولا ینکر الا جاهل لا علم له بالروایة

(انسان العیون ج ۳ ص:۴۶۵)

یعنی یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اس کا جاہل ہی منکر ہوگا۔ جسے اس

روایت کا کوئی علم نہیں۔

نیز واضح ہو کہ اس میں تین نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے مگر بقیہ کی نفی نہیں ہے لہٰذا تین والی روایت سترہ والی روایت کے منافی نہیں ہوگی۔

بات تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ہو رہی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی زندگی میں آخری ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانے اور خود ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا ثبوت اس بنا پر ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے افضل ہونے کی تائید ہوتی ہے اگرچہ امام کا ماموم اور مقتدی سے افضل ہونا ضروری اور یقینی نہیں تاہم زیر بحث واقعہ ایک طرح کی خصوصیت کا حامل ہے وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کے عذر پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے امام بنانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانے پر اصرار کرتے رہے اور دنیا سے رخصت ہوئے ان کے سوا اور کسی کو اپنا سجادہ اور مصلیٰ سپرد نہ فرمایا اور اس کے خلاف مشورہ دینے پر ناگواری کا اظہار فرمایا، یہ اس امر کی یقینی دلیل ٹھہرتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں اور صحابہ کا ان کے متبادل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی پیش کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فیه تقدیم ابی بکر و ترجیحه علی جمیع الصحابة فضیلة عمر بعده (فتح الباری ج ا، ص ۱۴۴/۶)

کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب صحابہ سے مقدم اور افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوتے کوئی امامت نہ کرائے۔ (حدیث 2)

تحریر حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کوئی امامت نہ کرائے۔

چنانچہ ترمذی میں ہے

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی لقوم فیهم ابو بکر ان یومهم غیره۔ (ترمذی جلد ۲، ص: ۲۰۸)

یعنی جس قوم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں ان کی امامت ان کے بغیر کسی کو مناسب نہیں۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ المحققین، امام الکاملین، غوث الواصلین، سند العارفین سیدنا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شریف میں اور عمدۃ المحققین امام المحدثین حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات میں فرماتے ہیں:

فیه دلیل علیٰ افضله فی الدین علی جمیع الصحابة فکان تقدیمه فی الخلافة اولیٰ و افضل (لمعات)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دین میں تمام صحابہ سے افضل ہیں تو خلافت میں انہیں کا مقدم کرنا بہتر اور افضل تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفیه دلیل علیٰ انه افضل جمیع الصحابة فاذا ثبت هذا فقد ثبت استحقاق الخلافة ولا ینبغی ان یجعل المفضول خلیفة مع وجود الافضل۔ (مرقات، ج:۵،ص:۵۲۸)

اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ان کا سب سے اول مستحق خلافت ہونا ثابت ہوگیا اور یہ مناسب نہیں کہ غیر افضل کو افضل کے ہوتے خلیفہ بنایا جائے۔

واضح ہو کہ ہمارا موضوع کلام اگرچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا اثبات ہے اور یہی آپ کے خلافت کے زیادہ اور اولاً حقدار ہونے کو لازم ہے اگر دوسرے دلائل سے صرف نظر کیا جائے تو یہی دلائل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت واحقیت بالخلافۃ کیلئے کافی ہوں گے کیونکہ دونوں میں تلازم ہے تاہم ناظرین کرام آپ کے خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہونے کے دوسرے عقلی ونقلی دلائل ہماری تصنیف ......نیل الفضل بالخلافۃ بلا فصل...... میں ملاحظہ فرمائیں جو انشاء اللہ عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوگی۔ اس میں

نا قابل تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی خلافت حقہ ہے اس کے برعکس روافضہ کا نعرہ خلافت بلافصل خود روافضہ ہی کے مذہب نامہذب میں ممنوع ومطعون ہے (ملاحظہ ہو شیعوں کی معتبر کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ) ص:۱۱۰، باب الاذان) وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں تیسری حدیث

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کنت متخذا من امتی خلیلا لا تخذت ابا بکر ولکن اخی وصاحبی

(بخاری ج ا، ص:۵۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اور لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے: اخی فی الدین و صاحبی فی الغار یعنی ابوبکر میرے دینی بھائی اور غار کے ساتھی ہیں۔

اس حدیث سے خلت کی اہمیت واضح ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اس کا مستحق نہ تھا۔ اس سے آپ کی افضلیت ثابت ہوئی۔

خلت کا مقام محبت سے اونچا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جیسے کئی صحابہ کو محبوب تو قرار دیا مگر خلیل نہ فرمایا بلکہ اس کے بارے میں فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کسی صاحب کو یہ شبہ لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام "خلیل" ہیں اگر خلت محبت سے افضل ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے؟

اس کا جواب یہ ہے...... وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا۔ (اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ بعض علماء کا محبت کو خلت سے افضل قرار

دیا کما قال الامام العلام القاضی عیاضی رحمۃ اللہ علیہ فی کتابہ الشریف الشفاء لائق نظر اور تامل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنایا

بلکہ امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ اتخذنی فی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا و انہ لم یکن نبی الا لہ فی امتۃ خلیل الا و ان خلیلی ابو بکر۔ (مرقات ج ۵،ص: ۵۲۵، وصواعق ۷۱)

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنایا اور یہ کہ ہر نبی کا اس کی امت میں ضرور ایک خلیل ہوتا تھا سنو بے شک وشبہ میرا خلیل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔

اسی طرح امام حافظ الحسن علی بن عمر حربی سکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال سے پانچ دن قبل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے کہ

''ایسا کوئی نہیں گزرا جس نے اپنی امت سے اپنا ایک خلیل نہ بنایا ہو اور بے شک میرے خلیل ابوبکر ہیں۔''

(مرقات شرح مشکوٰۃ، ج:۵،ص ۵۲۵۔ وارشاد الساری شرح بخاری ج ۶،ص: ۸۶۔ وفتح الباری ج ۷،ص: ۱۴)

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات شریفہ سے پانچ روز قبل خلیل بنانے کا اعلان فرمانا اس حدیث سے معارض ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پانچ روز قبل سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں اس بات سے بری ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو، میرا خلیل تو اللہ ہی ہے۔'' یہ حدیث اوپر کی ان دو حدیثوں سے معارض ہے جو ابوامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ یہ تعارض رفع ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ...... حدیث جندب رضی اللہ عنہ پہلے کی ہے اور سابقہ دونوں حدیثیں بعد کی ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل مجدہٗ کی شدت محبت اور اس کی تعظیم و تواضع میں اس کے علاوہ کسی اور کو خلیل بنانے سے برأت کا اظہار فرمایا جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس شوق و جذب اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنانے کی اجازت بخش دی۔ لہٰذا آپ نے انہیں اپنا خلیل بنالیا۔ جیسا کہ حضرت ابو امامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(فتح الباری ج ۷، ص:۱۴۔ ارشاد الساری ج ۶ ص ۸۶۔ و مرقات ج ۵، ص ۵۲۵)

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں چوتھی حدیث

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:

کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابا بکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص:۵۱۸)

یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے تھے ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل بتاتے پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔

یعنی جب لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے اور کہتے کہ فلاں سے فلاں افضل ہے تو اس سلسلہ میں ہم کہتے کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی۔ طبرانی کی روایت میں اس سے آگے ہے۔ **فیسمع لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذالک فلا ینکرہ** کہ اسے رسول اللہ سن رہے ہوتے تھے تو اس کا انکار نہ فرماتے تھے۔

(ارشاد الساری ج ۶ ص:۸۵)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے کیونکہ یہ حدیث تقریری ہے۔ یہاں پر امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد اطبق السلف علی انہ افضل الامۃ حکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابۃ و التابعین علی ذالک۔

(ارشاد الساری ج ۶، ص:۸۵، فتح الباری ج ۷، ص:۱۳)

اور سابق بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس بات پر صحابہ وتابعین کا اجماع واتفاق نقل کیا ہے۔

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، انہوں نے فرمایا کہ:

كنا فى زمن النبى ﷺ لانعدل بابى بكر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبى ﷺ لا نفاضل بينهم۔ (بخاری، ج ا،ص:۵۲۳)

حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم کسی کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہ کرتے پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر ہم حضور ﷺ کے صحابہ کو چھوڑ دیتے انہیں ایک دوسرے سے افضل نہ کہتے۔

یعنی حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم بزرگی میں انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ سے کسی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہ کرتے۔ترمذی اور ابوداؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم کہا کرتے اور رسول اللہ ﷺ بھی حیات ہوتے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ اور طبرانی میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ حیات میں ہم کہا کرتے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب اُمت میں افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ تو اسے حضور ﷺ بھی سنتے ہوتے اور اس کا انکار نہ فرماتے۔اور ابن سلیمان نے فضائل الصحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجلس سے حضرت ابوبکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے چلے جانے کے بعد ہم کہتے یہ لوگ برابر ہیں تو نبی اکرم ﷺ بھی سنتے ہوتے اور انکار نہ فرماتے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اہلسنت کا متفق علیہ مسلک ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ذکر نہ کرنا مسلک اہلسنت کے خلاف ہے حالانکہ مسلکِ اہلسنت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ذکر نہ کرنے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے افضل ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ (صواعق ۵۸) کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ عدم ذکر الشئ سے عدم الشئ لازم نہیں آتا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتماد شائع نہ ہو بلکہ اس کے بعد دلائل وقرآئن کی فراہمی سے معرض اشاعت میں آیا ہو اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتراف بعض روایات میں ثابت ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۳)

چنانچہ ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

کنا نقول فی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان و علی (ارشاد الساری ج ۶، ص: ۸۵)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ یعنی ان کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کہ بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چھٹی حدیث

حضرت مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا:

ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو بکر قال قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین۔ (صحیح بخاری، جلد: ۱، ص: ۵۱۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے، فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا میں نے دریافت کیا پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ۔ اور مجھے ڈر لگا کہ کہیں اب عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں۔ تو میں نے کہا پھر آپ افضل ہیں؟ فرمایا میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اسی حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے محمد بن حنیفہ سے فرمایا ان الثالث عثمان...... کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد تیسرے درجے پر افضل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۶ ص ۹۳، فتح الباری، ج: ۷، ص ۲۶)

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں فرمانا کہ میں عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں تواضع کے طور پر ہے ورنہ آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آپ اس وقت جب کہ آپ کے صاحبزادے نے یہ سوال کیا سب سے افضل تھے کیونکہ آپ سے یہ سوال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ آپ ہی افضل ہیں جبھی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لینے سے پہلے کہہ دیا کہ پھر آپ افضل ہیں۔ مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن لیا تشفی ہو گئی۔

مسئلہ افضلیت کے قطعی وظنی ہونے کی نفیس بحث

افضل البشر بعد الانبیاء

جمیع اہلسنت و جماعت تمام متقدمین معتزلہ وکوفہ کے شیعان اولین اور کچھ متاخرین معتزلہ اور عبدالرزاق ایسے جملہ مصنفین شیعہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں اور عام شیعہ و متاخرین معتزلہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا امام ابوالحسن اشعری و امام شافعی و حضرت مجدد الف ثانی و حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نزدیک قطعی ہے۔ ملاحظہ ہو (مکتوبات ج ۲، ص ۱۳۰، ۱۳۱ والسر الجلیل للمحدث الدہلوی ص ۹۳، والیواقیت والجواہر ج ۲، ص ۷۲، والصواعق ص ۵۸، وشرح فقہ اکبر ۶۴) اور دلیل یہ کہ حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ نے تفضیل کے منکر کو کوڑوں کی سزا کا مستحق قرار دیا اور ظنی میں سزا نہیں ہوتی اس کے برعکس جمہور علماء کے نزدیک یہ تفضیل ظنی ہے قطعی نہیں۔

سوال

جن حضرات کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے وہ اس کے منکر کو کافر کیوں نہیں ٹھہراتے جبکہ قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے۔

جواب

جواب یہ ہے کہ ہر قطعی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اس اجمال کی تفصیل کے سلسلے میں قطعی کی قسمیں معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مسائل قطعیہ کی قسمیں

مسائل قطعیہ اعتقادیہ ہوں یا عملیہ۔ دو قسم ہیں۔ اول وہ کہ ان میں دلائل کا تعارض و علماء کا

اختلاف واقع نہ ہوا ہو اور ان کے اثبات کے دلائل تاویل کا احتمال بھی نہ رکھتے ہوں جیسے توحید باری تعالیٰ اور اس کی صفات سبعہ کا اثبات وغیر ذلک اور ظاہر ہے کہ مسئلہ تفضیل اس قبیل سے نہیں ہے اور دوم وہ مسائل کہ ان میں علماء نے اختلاف کیا ہو اور دلائل تاویل کے متحمل بھی ہوں لیکن مجتہدین کی ترجیح اور جانبین کی طرف سے بحث وتمحیص کے بعد اختلاف ختم ہو گیا اور مسئلہ کی ایک جانب منقح ومقرر ٹھہری ہو۔ یہ قسم ابتدا تو ہرگز قطعیت کی حامل نہیں لیکن بالآخر قطعیت پر منتج ہوئی جیسے آخرت میں دیدار خداوندی اور عدم خلق قرآن وغیرہما مسئلہ تفضیل اسی سے قبیل ہے۔ کہ صدر اول میں اختلاف رہا، صحابہ کی جماعت قلیلہ تفضیل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قائل تھی اور اس سلسلے میں کچھ دلائل بھی دیے جاتے تھے جبکہ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما کے کچھ دلائل متحمل تاویل وتخصیص بھی تھے لیکن بالآخر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہد معدلت میں اس مسئلہ کی تشہیر وترویج وتاکید وتقریر فرمائی گئی کہ دلائل میں تعارض ختم ہو گیا اور تفضیل شیخین رضی اللہ عنہم کی جانب راجح ومعین قرار پائی۔ اس سلسلے میں دلائل تو بہت ہیں مگر تنگی وقت حائل ہے خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب کے اسی جلیل القدر اصحاب واحباب مسئلہ تفضیل شیخین کے راوی ہیں۔ اور تقریبات مختلفہ میں انہوں نے آنجناب سے اس مسئلہ کو سماعت فرمایا اور دار قطنی اور دیگر محدثین آنجناب مولا محبوب کائنات رضی اللہ عنہ سے روایات صحیحہ لائے ہیں آپ نے فرمایا:

لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلد تہ حد المفتری

جو شخص مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے گا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دونگا۔

آنجناب رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مسئلہ کی قطعیت پر بہ کمال صراحت رکھتے ہیں کیونکہ ظنیات میں بالاجماع سزا نہیں ہے گویا تفضیل کا منکر نہ صرف اہلسنت سے خارج وگمراہ ہے سزا وتعزیر کا بھی مستحق ہے۔

قطعی الاصل وظنی الکیفیۃ

نیز یاد رہے کہ کبھی مسئلہ اصل میں قطعی ہوتا ہے اور اس کی کیفیت کی تعین ظنی ہوتی ہے۔ جیسے صفات سبعہ کا اثبات بلاشبہ قطعی ہے اور ان کا زائد بر ذات یا ان کا عین ذات یا لا عین ولا غیر ہونا

ظنی ہے اسی طرح عدم خلق قرآن کا مسئلہ قطعی ہے اور اس بات کی کیفیت کی تعین کہ کلام نفسی قدیم ہے یا الفاظ کلیہ بلا خصوصیات محل ظنی ہے وہذا فی الاعتقادیات۔ اب یہی صورتحال عملیات میں ملاحظہ فرمائیے مثلاً حجۃ الوداع اصل حج کے اعتبار سے تو قطعی ہے مگر تعین کیفیت کہ قران تھا یا تمتع یا افراد یہ ظنی ہے اسلئے اصل میں اتفاق کے باوجود اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

مسئلہ تفضیل اسی قبیل سے ہے کہ اصل تفضیل قطعی ہے مگر نزاع وتعارض کے بعد اور اس کی کیفیت کہ یہ تفضیل کس چیز میں ہے کثرت ثواب مع نفع اعظم فی الاسلام یا کسی دوسری چیز میں یہ ظنی ہے اس میں قطع ویقین کسی طرف میں نہیں۔

تفصیل تفضیل

تفضیل کی بہت سی اقسام ہیں جن کی مختصر سی تفصیل یہ ہے کہ تفضیل کبھی اصطفائی ہوتی ہے اس میں عمل کا تعلق نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کے بغیر بعض کو بعض پر فضیلت بخش دیتا ہے جیسے بیت اللہ کو تمام بیوت اور حجر اسود کو تمام احجار ولیلۃ القدر کو تمام لیالی اور جمعہ کے دن کو تمام ایام اور ماہ رمضان کو تمام مہینوں اور انبیاء کو تمام امتوں پر فضیلت ہے اور کبھی تفضیل تبعی لا ذاتی ہوتی ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریفہ وازواج مطہرات کو سب کی اولاد وازواج پر فضیلت ہے اور تفضیل بنی ہاشم بر جمیع قبائل اس قسم کی تفضیل میں تو کسی طرح بھی نزاع واختلاف نہیں۔ تیسری تفضیل جزائی ہے عمل کے مقابلے میں وہو المتنازع فیہ اور دنیاوی امور مثلاً قوت بدن و بلاغت لسان وحسن سیاست ملکیہ میں تفضیل کا اصلاً اعتبار نہیں البتہ اس اخروی مثلاً تقویٰ و دیانت میں تفضیل معتبر ہے۔ کما قال تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور علم میں بھی کما قال تعالیٰ هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور جہاد میں بھی کما قال تعالیٰ و فضل اللہ المجاهدین علی القاعدین اجر عظیما ...... اور حسن خلق میں بھی کما قال علیہ السلام خیر کم خیر کم لا ھلہ اور کثرت محبت وکثرت ذکر الٰہی ان تمام امور میں مولا ومحبوب کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل مگر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما مولا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل ہیں۔

افضل سے کیا مراد ہے؟

اگرچہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ افضل کے معنٰی ہیں کہ اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت وجاہ

والا ہوتا ہے اس کو کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں نہ کہ کثرت اجرِ عمل کہ یہ بسا اوقات مفضول کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا امام مہدی کے ساتھیوں کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ ان میں ایک کیلئے پچاس کا اجر ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی کہ ان میں پچاس کا یا ہم میں سے پچاس کا فرمایا بلکہ تم میں کے پچاس کا۔ تو اجر ان کا زائد ہوگا مگر افضلیت میں وہ پیارے مصطفی ﷺ کے صحابہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتے بڑھ کر ہونا تو کجا رہا۔ کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں سیّد المرسلین و سیّد کائنات ﷺ کی صحابیت کا شرف۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے جیسے بادشاہ نے اپنے وزیر اور دیگر افسران کو کسی مہم کے سر کرنے کو بھیجا اس کے فتح ہونے پر ہر افسر کو ایک ایک لاکھ روپیہ انعام میں دیا اور وزیر کو اپنی خوشنودی اور قرب خاص کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ بہ ظاہر یہ سرٹیفکیٹ ایک لاکھ روپے سے کم مالیت کا ہے بلکہ معمولی سی قیمت کا کاغذ ہوگا مگر اعزاز شرف اور قرب سلطان کی رو سے لاکھ روپیہ اس کے سامنے ہیچ ہے۔

کما قال صدر الملة والشریعہ حکیم الامة الحمد یہ مفتی اسلام سیّدی ابو العلائی محمد امجد علی اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ فی کتابہ المبارک۔ "بہار شریعۃ" ج ا ص:۷۳...... نیز امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی افضلیت کو کثرت ثواب اور نفع عظیم فی الاسلام سے تعبیر کیا اور فرمایا ہے

انها اكثر ثوابا و اعظم نفعا للمسلمين والاسلام

(صواعق، ص:۵۹)

کہ شیخین کثرت ثواب و نفع اسلام و مسلمین میں سب سے بڑھ کر ہیں

مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد میں معنیٰ افضلیت فرماتے ہیں:

الافضلية فی كثرة الثواب و قرب رب الارباب والكرامة عندالله

(ص:۱۹۷، ۱۹۸)

یعنی افضلیت کثرت ثواب، قرب خداوندی اور بارگاہ ایزدی میں عزت سے عبارت ہے۔

خلاصہ یہ کہ تفضیل سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بر جمیع امت قطعی از قبیل ثانی یا ظنی ہے جس کا منکر اہلسنّت سے خارج ہے تو یہ اہلسنّت کے علامات میں سے ایک علامت ہے جس میں نہ پائی جائے تو وہ سنّی نہ ہوگا۔

اہلسنّت کی علامات

چنانچہ امام محمد بن محمد کردری رحمۃ اللہ علیہ فتاوٰی بزازیہ متوفی ۸۲۷ھ اپنی مشور کتاب مناقب امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ اہلسنّت کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تفضیل الشیخین محبۃ الختنین الخ (ج۱،ص:۱۳۲)......یعنی حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو یکے بعد دیگرے سب صحابہ وامت سے افضل قرار دینا اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اہلسنّت کی علامت ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کے بارے میں امام صاحب نے توقف فرمایا لیکن جمہور اہلسنّت کا مسلک ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

”جس نے مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم سے افضل کہا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا“: حضرت علی رضی اللہ عنہ

امام ذہبی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے ہیں، جس شخص کا مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھے ان سے افضل قرار دیتا ہے تو وہ بہتان تراشی کرنے والا ہوگا اور سے وہی سزا ملے گی جو ایک بہتان تراش کو دی جاتی ہے۔ سنو اگر میں یہ سزا بہتان تراشی کا یقینی پتہ چلانے سے پہلے دے سکتا تو ضرور دیتا۔ مگر جب تک بہتان تراشی کا یقینی پتہ نہ چلالوں اسے سزا دینا نامناسب سمجھتا ہوں۔ اسی طرح امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

لا اجد احدا فضلنی علیٰ ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری

(صواعق امام ابن حجر مکی، ص:۶۰)

یعنی مجھے جس کسی کا علم ہوا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے تو اسے میں بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔

حضور ﷺ کی امت میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جنت میں داخل ہوں گے:

ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میری خدمت اقدس میں حاضر ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے وہ جنت دکھائی جس میں میری امت داخل ہوگی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں آپ کے ہمراہ ہوتا اور جنت کا مشاہدہ کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اما انك یا ابابکر اول من ید خل الجنة من امتی

(ابو داؤد شریف ج ۲، ص: ۲۵۰)

سنو اے ابو بکر! میری امت میں سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہو گے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وفیہ دلیل علیٰ انہ افضل الامة

(مرقاۃ، ج: ۵، ص: ۵۹۲)

یعنی اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ساری امت سے افضل ہیں۔

راقم الحروف محمد غلام سرور قادری رضوی عرض گزار ہے کہ اس حدیث سے آپ کے افضل الامت ہونے کی بنا پر آپ کا سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا ہے۔ اگر آپ ساری امت اور سب صحابہ سے افضل نہ ہوتے تو جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف آپ کو کیسے میسر آتا۔ نیز اس میں یہ ارشاد بھی ہے کہ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں جس کے انعام میں آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے...... **والسابقون الاولون** الخ...... پھر جس طرح آپ دخول جنت میں سب سے اول ہوں گے اسی طرح مراتب جنت میں بھی آپ سب کے سردار ہوں گے کل امت سے افضل ہونے کا جو شرف آپ کو حاصل ہوا یہ دنیا کی زندگی سے مختص نہیں ہے، بلکہ اسی طرح جنت میں بھی بعد از انبیاء آپ ہی سب کے سردار ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کل جنتیوں کے سردار

چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت انس بن مالک ﷜ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابو بکر و عمر سید اکھول الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین

(ترمذی، ج:۲،ص:۲۰۷)

کہ ابوبکر وعمر ﷠ نبیوں اور رسولوں کے سوا سب اولین و آخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی اور ابوجحیفہ ﷠ سے روایت کیا ہے اور امام ابویعلی نے حضرت انس ﷜ اور امام طبرانی ﷫ نے اوسط میں حضرت جابر و ابوسعید خدری ﷠ سے روایت کیا ہے اور امام محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں حضرت علی ﷜ سے روایت کیا ہے کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا تو حضرت ابوبکر صدیق وعمر فارق ﷠ بھی اچانک آتے نظر آئے تو حضور ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

ھذا ان سید اکھول اھل الجنۃ من الاولین والاخرین ما خلا النبیین والمرسلین لا تخبر ھما یا علی۔

(صحیح ترمذی، ج:۲،ص:۲۰۷)

یہ دونوں نبیوں اور رسولوں کے سوا سب اولین و آخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔ اے علی تم انہیں نہ بتانا

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ترمذی کی اس حدیث کی سند میں ولید بن محمد موقری ہے اور سند حدیث میں ضعیف ہے۔ چنانچہ امام ترمذی ﷫ نے اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے...... **الولید بن محمد الموقری یضعف فی الحدیث** (ترمذی ج ۲،ص:۲۰۷)...... کہ ولید بن محمد موقری ﷫ حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے لہذا یہ حدیث قابل قبول نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ...... فضلیت میں حدیث ضعیف قابل قبول ہوتی ہے جیسے کہ تحقیق گزر چکی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ یہ حدیث قابل قبول نہیں غلط ہے علاوہ ازیں یہی حدیث امام ترمذی نے دوسری سند کے ساتھ اپنے شیوخ یعقوب بن ابراہیم دورقی کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں کوئی ضعف نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث معتبر قرار پاتی ہے۔ وللہ الحمد

یادر ہے کہ کہول ۳۲ سال سے ۵۱ سال تک کی عمر والے کو کہتے ہیں (قاموس ج ۴، ص ۴۶ و منتہی الادب ج ۴، ص:۶۱)

ایک اور سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تو ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہوئے جوانوں کے سردار نہ ہوئے لہٰذا جنت میں ان سب کا سردار ہونا ثابت نہ ہوا بلکہ جنت میں تو کوئی بھی ادھیڑ عمر کا نہ ہوگا لہٰذا یہ کسی کے بھی سردار نہ ہوئے۔

جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ جنت میں کوئی بھی ادھیڑ عمر نہ ہوگا بلکہ سب جوان گے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کیلئے کہول کا لفظ استعمال کرنا ان کے کمال شان کی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ ...... **کھل** (ادھیڑ عمر والے)...... جوانوں کی نسبت عقل وفراست کی رو سے تمام افراد انسان سے زیادہ کامل ہوتے ہیں۔ اور جنت کے درجے بھی عقل وفراست کے مطابق دیے جائیں گے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما اس حدیث کے مطابق دنیا کی طرح جنت میں بھی تمام جنتیوں کے سردار ہوں گے، کہول کے لفظ کے استعمال فرمانے میں یہی معنوی وسعت ملحوظ خاطر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

هذا ان سید اکهول اهل الجنةو شبابها بعد النبین والمرسلین۔

(مرقات ج ۵، ص: ۵۴۹)

یہ (ابوبکر و عمر) نبیوں اور رسولوں کے بعد سب ادھیڑ عمر اور جوان جنتیوں کے سردار ہیں۔

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام جنتی جوانوں کے سردار اور

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بھی سردار ہیں یہی مسلک محقق اہلسنّت وجماعت ہے اور اسی پر اجماع واتفاق ہے۔ کمامر تحقیقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار وزیر دو آسمان پر دو زمین پر

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مان من نبی الاولہ وزیران فی السماء و وزیر ان من اھل الارض فاما وزیر ای من اھل السماء فجبرئیل و میکائیل واما وزیر ای من اھل الارض فابو بکر و عمر۔

(صحیح ترمذی، ج:۲،ص:۲۰۸)

کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے دو وزیر آسمان میں اور دو وزیر زمین میں نہ ہوں پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں اور زمین والوں سے میرے دو وزیر ابوبکر وعمر ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فیہ دلالۃ ظاھرۃ علی فضلھما علیٰ غیر ھما من الصحابۃ وھم افضل الامۃ وعلیٰ ان ابا بکر افضل من عمر۔

(مرقات، ج:۵،ص:۵۵۰)

کہ اس حدیث میں اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر دوسرے صحابہ سے افضل ہیں جبکہ صحابہ ساری امت سے افضل ہیں اور یہ کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر سے افضل ہیں (رضی اللہ عنہما)

حرف واؤ ترتیب کا فائدہ دیتا ہے

راقم السطور سراپا قصور محمد غلام سرور قادری رضوی عرض کناں ہے کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کی وجہ حرف واؤ ہے کیونکہ حرف واؤ اگرچہ جمع مطلق کیلئے ہے تاہم دانا متکلم کے کلام میں اس کے آنے سے ترتیب کا اثر معلوم ہوتا ہے بشرط یہ کہ اس سے نہ تو کوئی نقص لازم آئے اور نہ ہی خلاف محظور۔ نیز اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے

ابوسعید خدری اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آسمان والوں میں میرے دو وزیر ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ہیں آسمان والوں میں دو وزیر جبرئیل و میکائل اور زمین والوں سے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے (زمین پر) دو وزیر ہیں اور میرے دو وزیر اور میرے دو ساتھی ابوبکر و عمر ہیں۔ امام جلیل حافظ ابوالحسن علی بن نعیم بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ابوبکر آپ کے دائیں اور عمر بائیں بیٹھے تھے آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک لمبا کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر رکھا اور بایاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر رکھا پھر ان دونوں سے فرمایا تم دنیا میں میرے دو وزیر ہو اور تم آخرت میں بھی میرے وزیر ہو، میری اور تمہاری قبریں اسی طرح پھٹیں گی جس طرح اس وقت اور اس حالت میں ہم بیٹھے ہیں، یعنی ہم تینوں ایک ہی جگہ سے اٹھیں گے۔ اور ہم تینوں اسی طرح رب العالمین کا جنت میں دیدار کریں گے۔ (مرقات ج۵، ص:۵۵۰)

عرش کے پائے پہ لکھا ہے:

صاحب الابیاج اپنی سند کے ساتھ راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد رشید حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مکتوب علیٰ ساق العرش لا اله الا الله محمد لرسول الله و وزيراه ابوبكر الصديق و عمر الفاروق۔

یعنی عرش کے پائے پر لکھا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کے دو وزیر ہیں۔

امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام عبدالعزیز بن عبدالمطلب سے راوی ہیں انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے جبرائیل و میکائل اور زمین

والوں سے حضرت ابو بکر وعمر سے میری مدد فرمائی۔'' (مرقات)

پھر ترازو اٹھالی گئی، عجیب خواب:

امام ابو داؤد و ترمذی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بیان کیا کہ...... یارسول اللہ! میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو نازل ہوئی اس میں آپ کا اور ابو بکر وعمر کا وزن کیا گیا آپ بھاری ہو گئے، پھر ابو بکر وعمر کا وزن کیا گیا تو ابو بکر بھاری ہو گئے پھر عمر اور عثمان کا وزن کیا گیا تو عمر بھاری ہو گئے (رضی اللہ عنہم) اور پھر ترازو اٹھالی گئی۔

اس خواب سے حضور ﷺ غمگین ہو گئے پھر ارشاد فرمایا:

خلافة نبوة ثم يوتی الله الملك من يشاء

(بحوالہ مشکوٰۃ)

یعنی جو تو نے دیکھا یہ نبوت کی خالص خلافت ہے پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھاری ثابت ہو جانے کے بعد ترازو کے اٹھالئے جانے کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد زوال آنا شروع ہوگا اور فتنے سر اٹھائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں

و معنی رجحان كل من الأخر فی الميزان ان الراجع افضل من المرجوح۔

(مرقات ج ۵، ص: ۵۵۰)

اور ہر ایک کے دوسرے سے وزن میں بھاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بھاری ہونے والا اس سے افضل ہے جس سے وہ بھاری ہوا۔

اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ایک دوسرے سے وزن اس لئے نہ کیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سابقہ خلفاء کے مقابلہ میں سب کے اجماع و اتفاق سے نہ تھی بلکہ اس میں صحابہ کا اختلاف ہو گیا تھا کچھ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے اور کچھ تسلیم نہ کرتے تھے اور یہ وہی حضرات تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل تھے۔ اگرچہ اس اختلاف میں

اہلسنت وجماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی خطاء پر تھے مگر یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مواخذہ سے بری بلکہ ایک ثواب کے مستحق تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہونے کی وجہ سے دوثواب کے مستحق اس مسئلہ کی سیر حاصل بحث انشاءاللہ عنقریب آئیگی۔ پھر اس خواب کی تاویل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا کہ...... ''یہ نبوت کی حقیقی اور خالص خلافت ہے پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے۔''......

مطلب یہ ہے کہ خلافتِ نبویہ خالصہ جو نبوت کا پورا پورا عکس ہوگی اور جس میں نبوت کی مکمل جھلک ہوگی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی اوران کے بعد حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کی خلافت میں نبوت کی وہ پوری جھلک نہ ہوگی اور نہ ہی وہ عکس کامل باقی رہے گا۔ بلکہ ان کی خلافت میں بادشاہت کا کچھ شائبہ شامل ہو جائے گا اور اختلافات وتشدد کے طوفان اٹھ آئیں گے۔ قال الامام الطیبی رحمہ اللہ (مرقات ج ۵، ص: ۵۵۱)

حدیث

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اپنی سند میں اور امام نعیم وغیرہ کئی ایک سندوں کیساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ وہ یعنی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے ابودرداء! تم ایک ایسے شخص کے آگے ہو کر چل رہے ہو جو تم (سب) سے افضل ہے۔'' پھر فرمایا:

فواللہ ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر۔

(صواعق ۶۸، خلاصۃ الایوبی ص: ۱۴۳، وحاشیہ خیالی ص: ۱۴۴)

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک نبیوں کے سوا کوئی ایسا پیدا ہی نہیں ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

ما طلعت الشمس علیٰ احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر

کہ نبیوں اور رسولوں کے بعد سورج نے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں کیا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ما طلعت الشمس علی احد منکم افضل منہ

کہ سورج تم میں سے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

(الطبرانی وغیرہ بالسند ولہ شواہد بالصحۃ واشار الامام ابن کثیر الی صحتہ، (صواعق، ۶۸)

ایک سوال کا جواب

اس حدیث میں تو افضل ہونے کی نفی ہے جس سے مساوات فی الرتبہ ثابت ہو سکتی ہے......

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال لغت پر مبنی ہے جو کہ عرف کے خلاف ہے، عرف کی رو سے یہی معنی ہوگا کہ سیدنا صدیق اکبر سب سے افضل ہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ

جب عرف ولغت میں تعارض ہو تو ترجیح عرف کو ہوگی

کہ جب محاورہ میں کہا جائے کہ...... لیس فی ھذا البلد احد افضل من زید...... کہ اس شہر میں زید سے کوئی افضل نہیں، تو اس کا مفہوم لغوی تساوی کا نہیں بلکہ مفہوم عرفی افضلیت کا لیا جائے گا چنانچہ علامہ حسن چلپی حاشیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں...... والعرف اذا عارض اللغتہ کان الترجیح للعرف (شرح مواقف ج۸، ص۳۶۶)...... نیز شرح تجرید میں ہے ...... ان الغالب من حال کل اثنین ھو التفاضل دون التساری فاذانفی الافضلیۃ احد ھما ثبت الافضلیۃ الآخر (شرح تجرید مبحث الٰہیات ص۷۹)...... یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے حال سے غالب تفاضل ہے تساوی نہیں تو جب ان میں سے ایک کی افضلیت کی نفی ہوئی تو دوسرے کی افضلیت ثابت ہوگئی اس قاعدہ سے یہاں مفہوم عرفی معتبر ہوگا۔ نیز حدیث کا محل ورود اور واقعہ حضرت ابی درداء بھی مفہوم عرفی کا ہی مؤید ہے۔

محاورات اور کلام کے سیاق کا یہی تقاضا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل بنایا جائے، اسی لئے علم کلام کے ماہرین علماء نے اس حدیث سے یہی استفادہ کیا ہے چنانچہ علامہ فہامہ شمس الملۃ والدین امام احمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ المعروف علامہ خیالی متوفی ۸۶۰ھ شرح عقائد کے حاشیہ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

و مثل ھذا السوق لاثبات افضلیۃ المذکور و بہ یظھر ان ابا بکر افضل من سائر الامم

(حاشیہ خیالیہ ص۱۴۰، طبع مصر)

یعنی کلام کا اس جیسا سیاق شخص مذکورہ کی افضلیت کے اثبات کیلئے ہوا کرتا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی امتوں سے بھی افضل ہیں۔

اور وجہ ظہور یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنی حدیث شریف......ما طلعت الشمس الخ......میں ابوبکر کے غیر کی افضلیت کی نفی کو سورج کے طلوع وغروب پر معلق فرمادیا تو اس سے عموم حاصل ہوگیا۔ کیونکہ طلوع آفتاب اس امت سے مختص نہیں ہے بلکہ باقی امتوں پر بھی آفتاب کا طلوع ہوا۔ لہٰذا حضور ﷺ کے عموم کلام پاک سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ صرف اس امت سے بلکہ تمام امتوں سے بھی افضل قرار پائے۔ والحمدللہ

ایک سوال اور جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی تو فرمایا ہے کہ ما طلعت الشمس علیٰ رجل خیر من عمر......لہٰذا یہ اس حدیث کے خلاف ہوگی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث مذکور علی الاطلاق ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث امام ترمذی نے صحیح ترمذی میں روایت کیا ہے (ص:۲۰۹، ج۲) حضرت ابوبکر کے زمانے کے بعد پر محمول ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی مخالفت اور تعارض باقی نہیں رہتا۔ فالحمدللہ

مسئلہ تفضیل میں حقائق کا تتبع

کسی کی افضلیت کے تعین کیلئے دو طریقے ہیں اول شارع علیہ السلام کی طرف سے نص ہو شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں جو نصوص وارد ہیں ان میں غور وخوض کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت متعین ہوجاتی ہے بلکہ ان کی افضلیت میں لفظ افضل وخیر مدعیٰ میں نص صحیح کے طور پر معروف ومشہور ہیں کیونکہ لفظ افضل وخیر جو کہ مدعیٰ میں نص ہے حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں صحیح ومشہور ومسلم ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لفظ سید وارد ہوا ہے وہ ان کی افضلیت کیلئے نص کی حیثیت نہیں رکھتا جیسا کہ آگے چل کر اس قسم کے تمام اعتراضات کے جوابات مذکور ہوں گے۔ دوسرا طریقہ ان

اعمال وخدمات اسلام کا تتبع اور جائزہ لینا کہ دلیل افضلیت قرار پاتے ہیں تو اس لحاظ سے بھی حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق ﷛ ہی حضرت علی المرتضیٰ ﷛ سے افضل قرار پاتے ہیں۔

افضلیت کی بنا سات عملوں پر

محققین اسلام ومفکرین شریعت نے افضلیت کی بنیاد سات عملوں پر رکھی ہے جہاد، علوم عامہ، علوم قرآنیہ، تقویٰ واتباع شریعت، زہد، صدقہ، وانفاق فی سبیل اللہ وحسن سیاست۔ افضل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ان تمام امور میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر ہو۔ اگر ہم ان سات امور میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر وعمر فاروق ﷛ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تقابلی جائزہ لیں تو حضرات شیخین ﷛ حضرت علی ﷛ ان تمام امور میں بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پھر ان کی افضلیت سے انکار کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

جہاد میں شیخین کی شرکت

جہاد یقیناً وقطعاً معیار افضلیت ہے قرآن پاک میں ہے

فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیما درجٰت منہ ومغفرۃ ورحمۃ وکان اللہ غفوراً رحیماo

(سورۃ النساء، آیت ۹۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا بیٹھنے والوں سے درجہ بلند کیا ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے اس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت بخشنے والا مہربان ہے۔

شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جہاد میں شیخین سے افضلیت حاصل تھی لہٰذا وہ افضل ہوئے۔

جہاد کی قسمیں

ہم کہتے ہیں جہاد کی تین قسمیں ہیں، اول...... جہاد باللسان...... یعنی جہاد زبانی کہ اسلام کا پیغام پہنچانا، شریعت کے احکام سمجھانا اور وعظ و نصیحت کرنا، ترغیب و ترہیب اور حقانیت اسلام و صداقت مسلک پر دلائل قائم کر کے مخالفین کے شکوک و شبہات کو رفع کرنا...... دوسرا وہ جہاد جو جنگ کے وقت ہوتا ہے مثلاً عمدہ تدابیر سوچنا اور اچھی رائے قائم کرنا مخالفین کے دلوں میں رعب ڈالنا، عملی طور پر جنگ میں حصہ لینے کیلئے مجاہدین تیار کرنا اور فوج کو بڑھانا اور مال و دولت خرچ کر کے آلات جہاد فراہم کرنا اور فوج کیلئے مناسب سواریوں کا بندوبست کرنا اور طرح طرح کے منصوبوں سے مخالفین اسلام کی جمعیت کو منتشر کر کے ان کی اجتماعی قوت کو کمزور کرنا...... تیسرا...... جہاد بالسیف...... اور تلوار ہاتھ میں لے کر میدان کارزار میں پہنچنا اور دست بدست لڑنا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاد کا یہ تیسرا قسم پہلے دو قسموں سے کم تر مرتبہ رکھتا ہے اور پہلی دو قسموں کے مقابلہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جہاد کرنے کا حکم تھا چنانچہ قرآن مجید میں ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ

یعنی اے نبی محترم کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمائیے اور ان پر سختی کیجئے۔

(سورۃ توبہ آیت ۷۳ و سورت تحریم آیت ۹)

اور دوسری جگہ آپ کو یوں حکم ہوتا ہے

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

یعنی اے نبی محترم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیئے

(سورت النساء آیت ۸۴)

اور خوب روشن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باوجود جہاد کی تیسری قسم سے بہ نفس نفیس مصروف نہیں ہوئے البتہ پہلی دونوں قسموں کے جہادوں میں بہ نفس نفیس شامل و شاغل رہے۔ لہٰذا ہر صورت جہاد کے وہی دونوں قسم افضل و اعلیٰ ٹھہرے۔

اب انصاف سے دیکھا جائے تو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما جہاد کی ان دونوں قسموں میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے پیش پیش رہے کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی حضور ﷺ کے سب سے پہلے امتی ہیں جنہوں نے اپنی دعوت پر سب سے پیشتر تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ انہی کی تبلیغ سے اکابر و عمدہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ ہمیشہ اسی تبلیغ میں مصروف رہے اور اس سلسلہ میں زبردست مصائب و آلام برداشت کئے بلکہ حضور ﷺ کی مدافعت کرتے ہوئے قریش کے بے حد تشدد کا بارہا نشانہ بنتے اور لہولہان ہوتے رہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس روز اسلام لائے اس روز ہی سے اسلام کو ظہور کا موقع ملا اور عبادات اسلام جو پوشیدہ انجام پاتی تھیں مکہ میں اعلانیہ ہونے لگیں۔ کفار مکہ جو مسلمانوں پر باز کی طرح جھپٹتے تھے اب اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے اور دونوں حضرات سے اسلام کو وہ قوت و غلبہ حاصل ہوا کہ حضور ﷺ نے انہیں اپنا وزیر و مشیر بنالیا۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما من نبی الا ولہ وزیر ان من اھل السمآء و وزیران من اھل الارض فاما وزیرا ی من اھل السمآء فجبریل و میکائل و اما وزیر ای من اھل الارض فابو بکر و عمر۔

یعنی ہر نبی کے آسمان والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرئیل و میکائل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(صحیح ترمذی، جلد:۲)

اور یاد رہے کہ وزیر ایسے لوگوں کو بنایا جاتا ہے جو علم و فضل اور صلاحیتوں میں اپنے تمام معاصرین سے بڑھ کر ہوں جیسے جبرائیل و میکائل علیہما السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں اسی لئے حضور ﷺ کے وزیر ہیں اسی طرح حضرات شیخین رضی اللہ عنہما تمام صحابہ رضی اللہ عنہم و باقی امت محمدیہ سے افضل ہیں اسلئے نگاہ نبوت نے وزارت جیسے اہم عہدہ کیلئے ان کا انتخاب فرمایا۔

ابوبکر و عمر میرے کان و آنکھیں ہیں (الحدیث)

اور انہی حضرات کی جانثاری اور خدمت گزاری سے حضور ﷺ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان حضرات کو اپنے کان اور آنکھیں قرار دیا۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ترمذی اور امام حاکم نے

جہاد کی قسمیں

ہم کہتے ہیں جہاد کی تین قسمیں ہیں، اول..... جہاد باللسان.....یعنی جہاد زبانی کہ اسلام کا پیغام پہنچانا، شریعت کے احکام سمجھانا اور وعظ و نصیحت کرنا، ترغیب و ترہیب اور حقانیت اسلام و صداقت مسلک پر دلائل قائم کرکے مخالفین کے شکوک و شبہات کو رفع کرنا.....دوسرا وہ جہاد جو جنگ کے وقت ہوتا ہے مثلاً عمدہ تدابیر سوچنا اور اچھی رائے قائم کرنا مخالفین کے دلوں میں رعب ڈالنا، عملی طور پر جنگ میں حصہ لینے کیلئے مجاہدین تیار کرنا اور فوج کو بڑھانا اور مال و دولت خرچ کرکے آلات جہاد فراہم کرنا اور فوج کیلئے مناسب سواریوں کا بندوبست کرنا اور طرح طرح کے منصوبوں سے مخالفین اسلام کی جمعیت کو منتشر کرکے ان کی اجتماعی قوت کو کمزور کرنا..... تیسرا..... جہاد بالسیف.....اور تلوار ہاتھ میں لے کر میدان کارزار میں پہنچنا اور دست بدست لڑنا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاد کا یہ تیسرا قسم پہلے دو قسموں سے کم تر مرتبہ رکھتا ہے اور پہلی دو قسموں کے مقابلہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ حضور ﷺ کو بھی جہاد کرنے کا حکم تھا چنانچہ قرآن مجید میں ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

یعنی اے نبی محترم کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمایئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(سورۃ توبہ آیت ۷۳ وسورت تحریم آیت ۹)

اور دوسری جگہ آپ کو یوں حکم ہوتا ہے

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

یعنی اے نبی محترم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیئے

(سورت النساء آیت ۸۴)

اور خوب روشن کہ حضور ﷺ اس کے باوجود جہاد کی تیسری قسم سے بہ نفس نفیس مصروف نہیں ہوئے البتہ پہلی دونوں قسموں کے جہادوں میں بہ نفس نفیس شامل و شاغل رہے۔ لہٰذا ہر صورت جہاد کے وہی دونوں قسم افضل و اعلیٰ ٹھہرے۔

اب انصاف سے دیکھا جائے تو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما جہاد کی ان دونوں قسموں میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے پیش پیش رہے کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے امتی ہیں جنہوں نے اپنی دعوت پر سب سے پیشتر تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ انہی کی تبلیغ سے اکابر وعمدہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ ہمیشہ اسی تبلیغ میں مصروف رہے اور اس سلسلہ میں زبردست مصائب وآلام برداشت کئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتے ہوئے قریش کے بے حد تشدد کا بارہا نشانہ بنتے اور لہولہان ہوتے رہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس روز اسلام لائے اس روز ہی سے اسلام کو ظہور کا موقع ملا اور عبادات اسلام جو پوشیدہ انجام پاتی تھیں مکہ میں اعلانیہ ہونے لگیں۔ کفار مکہ جو مسلمانوں پر باز کی طرح جھپٹتے تھے اب اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے اور دونوں حضرات سے اسلام کو وہ قوت وغلبہ حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا وزیر ومشیر بنالیا۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من نبی الا وله وزیر ان من اهل السمآء و وزیران من اهل الارض فاما وزیرا ی من اهل السمآء فجبریل و میکائل و اما وزیر ای من اهل الارض فابو بکر و عمر۔

یعنی ہر نبی کے آسمان والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرئیل ومیکائل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(صحیح ترمذی، جلد:۲)

اور یاد رہے کہ وزیر ایسے لوگوں کو بنایا جاتا ہے جو علم وفضل اور صلاحیتوں میں اپنے تمام معاصرین سے بڑھ کر ہوں جیسے جبرائیل ومیکائل علیہما السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں اسی طرح حضرات شیخین رضی اللہ عنہما تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وباقی امت محمدیہ سے افضل ہیں اسلئے نگاہ نبوت نے وزارت جیسے اہم عہدہ کیلئے ان کا انتخاب فرمایا۔

ابوبکر وعمر میرے کان وآنکھیں ہیں (الحدیث)

اور انہی حضرات کی جانثاری اور خدمت گزاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر متاثر ہوئے کہ ان حضرات کو اپنے کان اور آنکھیں قرار دیا۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ترمذی اور امام حاکم نے

مستدرک میں اس کی صحت کا قول کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ان رسول الله ﷺ رأى ابابكر و عمر فقال هذان السمع والبصر ۵۲۷

بے شک حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ دونوں (میرے لئے) کان اور آنکھیں ہیں۔

دوسری حدیث میں جسے امام نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور خطیب نے جابر سے اور امام ابویعلی نے روایت کیا ہے یوں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ابو بكر و عمر مني بمنزلة السمع والبصر من الرأس

یعنی ابوبکر و عمر میری نسبت ایسے ہیں جیسے کان اور آنکھ سر کی نسبت

(صواعق، ص:۸۷)

غرض کہ حضور ﷺ ہر مہم میں حضرات شیخین سے مشورہ کیا کرتے تھے، معاملہ خواہ امن کا ہو یا جنگ کا ان کے مشورہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتا تھا، مسلمانوں کو متحد رکھنے، دشمنان اسلام کو متفرق و منتشر کرنے اور اسی طرح کے بڑے بڑے کارنامے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کی موجودگی میں انجام دیئے۔ عالم اسلام کو متحد رکھنے، دشمنان اسلام کے شیرازے کو بکھیرنے اور اسلام کے غلبہ اور فتح و نصرت سے متعلق ان کی تدابیر حضور ﷺ قبول فرما کر عملی جامہ پہنانے کا حکم دیتے تھے، تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ حضرات شیخین نے متفق ہو کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں کوئی مشورہ پیش کیا ہو اور آپ نے اسے قبول نہ کیا ہو۔

نیز حضور ﷺ سب سے بڑھ کر بہادر ہونے کے باوجود پہلے دو قسم کے جہادوں میں مصروف رہے اور تیسرے قسم کا جہاد نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی دو جہاد افضل ہیں اور ان میں مصروف ہونے والا یقیناً افضل المجاہدین کہلائے گا۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ان دونوں جہادوں میں تمام صحابہ سے بڑھ کر مصروف رہے۔ ان کا جہاد افضل ہوا۔ اس طرح جہاد میں بھی حضرات شیخین ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوئے نیز تیسری قسم کے جہاد کیلئے بھی جب کبھی فوج بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو اکثر و بیشتر حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی سردار کمانڈر بنا کر بھیجا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی تیسری قسم کے جہاد میں خوب حصہ لیا۔

سب سے زیادہ بہادر ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

امام بزاز رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے پوچھا بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ کسی نے کہا آپ...... آپ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑوں سے لڑا ہوں یہ کوئی بہادری نہیں۔ مجھے بتاؤ سب سے بڑا بہادر کون ہے جو اپنے سے زیادہ قوی سے لڑا اور ہر میدان میں غالب رہا۔ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے...... آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جنگ بدر کے روز ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سایہ بنا دیا جس کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما تھے۔ اور مشرکین و کفار کا زیادہ زور اسی طرف تھا ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کون ٹھہرے تاکہ مشرکین و کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ بڑھنے دے تو ہم میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی ابو بکر صدیق تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لپکتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان پر ٹوٹ پڑتے اور مار مار کر بھگا دیتے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ابتداء اسلام میں ایک روز قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا اور آپ سے لڑتے جاتے اور کہتے جاتے کہ

''تم ہی ہو جو ہمارے خداؤں کو برا بھلا بتا کر ایک خدا کے داعی بن گئے ہو۔''

ہم سب دیکھ رہے تھے اور ہم میں سے کسی کو قریب جانے کی ہمت نہ ہوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں اڑ کر پہنچ گئے اور اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر قریش پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر انہیں بھگاتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ

''تمہیں ہلاکت آئے تم ایک ایسے شخص کی جان کے درپے ہوئے جو خدائے وحدہٗ لاشریک کو اپنا پروردگار مانتا ہے۔''

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی اور فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ کہ قوم فرعون کے مومن جو موسیٰ علیہ السلام پر خفیہ ایمان لائے تھے بہتر ہیں یا قوم قریش کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ؟

لوگ خاموش رہے، پھر خود ہی فرمایا......

''تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے......قسم بخدا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک ایک لمحہ قوم فرعون سے موسیٰ پر ایمان لانے والوں کے ہزار ہزار لمحات سے بہتر ہے انہوں نے اپنے ایمان کو چھپایا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی پرواکئے بغیر قریش مکہ کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔''

(تاریخ الخلفاء، ص:۳۵/۳۶)

علوم عامہ میں شیخین کی افضلیت

علم یقیناً وقطعاً معیار افضلیت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

یعنی فرمادیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟

یعنی نہیں ہوسکے۔شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ہم کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما افضل تھے۔

علم کی زیادتی کی صورتیں

علم کی زیادتی کی دوصورتیں ہیں ایک کثرت روایات وفتاویٰ کی صورت میں دوسری صورت یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی خدمات سونپی ہوں مثلاً مقدمات کے فیصلے کرنا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کی نگرانی کیلئے انہیں کو پسند فرماتے تھے جو اس چیز کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات رکھتے اور سب سے کامل تر ہوتے تھے اور یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور جہاد میں امیر بنایا۔اور یہ بھی مسلم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ و صدقات کی وصولی کا معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا اور محدثین کے نزدیک زکوۃ وصدقات کی اکثر روایات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہنچی اور مسائل زکوۃ کی وضاحت وشرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی امت مسلمہ کو عطا فرمائی اس کے برعکس حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زکوۃ کے

بارے میں ایک ہی حدیث مروی ہے اور وہ بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچتی اور اس میں وہم واقع ہوا ہے اسلئے علماء شریعت نے اسے ناقابل عمل قرار دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے،

ان فی خمس عشرین من الابل خمس شیاہ

یعنی پچیس اونٹوں میں پانچ بکریاں

جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض ہے اور بنت مخاض اونٹ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو اپنی عمر کے دوسرے سال میں شروع ہو۔ اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرات شیخین ہر مرحلے پر حضر میں اور سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ رہے کسی بھی مرحلہ پر حضور ﷺ سے یہ حضرات پیچھے نہ رہے اور نہ ہی حضور ﷺ نے انہیں اپنے سے جدا رکھا۔ جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض مواقع پر اپنے پیچھے چھوڑا۔ مگر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔ یہ الگ بات کہ کبھی حضور ﷺ نے انہیں کسی خاص مہم کو سر کرنے کیلئے روانہ فرمایا اس سے بھی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی علمیت واہمیت کے زیادہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

حضور ﷺ نے بحکم قرآن **وشاورھم فی الامر**...... کہ ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیا کیجئے۔ انہیں اپنا مشیر ووزیر فرمادیا

خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرتے رہنے کا حکم دیا

چنانچہ آیت کریمہ وشاورھم فی الامر...... کے بارے میں امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آان دونوں سے ہر بات میں مشورہ لیا کریں۔ اس کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **ان اللہ امرنی ان استشیر ابابکر و عمر** (صواعق، ص:۲۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا امر فرمادیا ہے کہ میں ابوبکر وعمر سے مشورہ لیا کروں اور یہ مسلم ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم کو ان ہی سے مشورہ لینے کا حکم فرمائے گا نبی اکرم ﷺ کے بعد کمالات علمی وعملی میں جن کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کریمین علم میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل تھے۔

علم کے زیادہ ہونے کی پہلی صورت یعنی کثرت روایات وفتاویٰ سو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور حضور اکرم ﷺ کے قرب

زمانہ کی وجہ سے آپ سے روایات کی حاجت نہ پڑی۔ نیز آپ حج و عمرے کے سوا مدینہ منورہ سے کہیں باہر تشریف نہ لے گئے کچھ لوگ ان سے روایات سنتے اور آگے بیان کرتے۔ بلکہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہی اس قدر فتنے کھڑے ہو گئے کہ آپ کو چومکھی لڑائی لڑنا پڑی اور فتوحات کو پھیلانے کا مسئلہ ایک الگ غور طلب تھا۔ اسلئے لوگوں کو آپ سے روایات لینے اور فتاوئ جات دریافت کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ البتہ کہیں سخت ضرورت پڑی تو آپ نے وہاں اپنے کمالات علمیہ کے ایسے جواہر بکھیرے کہ عقدے حل ہو گئے۔

چنانچہ مانعین زکوۃ و مرتدین سے قتال کرنے، حضور اکرم ﷺ کے وفات پا جانے پھر وفات کے بعد دفن کرنے کی جگہ کے تعین، انتخاب خلیفہ اور مانعین زکوۃ و مرتدین کے بارے میں جب صحابہ کی باہمی قیل و قال شروع ہوئی اور سب کے لئے قابل قبول و قابل عمل حل کسی کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا اس وقت آپ نے مداخلت فرمائی اور اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے ایسے حل پیش کیے کہ جمیع صحابہ ﷡ کو متفق ہونا پڑا۔

حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت عثمان ﷡ نے حضرت ابو بکر صدیق ﷛ سے فیض پایا

اس کے باوجود کہ آپ حضور ﷺ کے وصال کے تھوڑا عرصہ بعد حضور ﷺ سے جا ملے حضرات شیخین کے سب سے زیادہ علم والے اور فقہ و فتویٰ کے سب سے زیادہ ماہر ہونے کی دلیل میں حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ کا ارشاد بہت بڑی حجت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ سے سوال کیا گیا کہ:

من كان يفتي الناس في زمن رسول الله ﷺ فقال ابو بكر و عمر ما اعلم غيرهما

(تاریخ الخلفاء، ص:۳۸)

حضور ﷺ کے زمانے میں کون کون سے صحابہ لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے
انہوں نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر ان کے علاوہ کسی اور کا مجھے علم نہیں۔

آپ سے ایک سو پینتالیس احادیث صحیحہ مروی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عمر فاروق و کامل الحیاء والایمان حضرت عثمان ﷡ ایسے جلیل القدر صحابہ نے وہ روایات آپ سے لیں اور اس طرح آپ سے مستفیض ہوئے اس کے برعکس حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور ﷺ کے بعد تقریباً تیس سال ایسا طویل عرصہ زندہ رہے ادھر اُدھر دور دراز علاقوں میں تشریف لے گئے اور

آپ کے زمانہ میں طرح طرح کی بدعات کا ظہور اور تنازعات ومخاصمات کا عروج رہا۔ اس وقت علوم نبویہ کے اظہار کی از حد ضرورت تھی اور تیس سال کا اتنا بڑا زمانہ بھی آپ کو میسر آیا لیکن اس کے باوجود آپ کی روایات کی تعداد پانچ سو چھیاسی سے آگے نہیں بڑھی لیکن اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس قدر یعنی تیس سال کا عرصہ میسر آتا تو اس تناسب سے آپ کی روایات کی تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے تین چار گنا زائد ہوتیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کئی گنا زیادہ علم رکھتے تھے۔ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت تھوڑا عرصہ حیات رہے مگر اس کے باوجود آپ کی روایات پانچ سو چھتیس ہیں اور آپ کے فتاویٰ ان روایات سے از حد زیادہ ہیں۔ بلکہ فقہ کے ہر مسئلہ میں آپ نے گفتگو کی اور تحقیق حق فرمائی۔ اسی طرح سلوک ومعرفت اور عقائد کے مسائل نیز تفسیر قرآن میں بھی بیان وارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی روایات وفتاویٰ واحکام وسلوک ومعرفت کے ارشادات جمع کیے جائیں تو کئی ایک ضخیم کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ باوجود یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تقریباً سترہ سال زیادہ عمر پائی ہے اتنے طویل عرصہ حیات کے فرق کے باجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صرف اتنالیس حدیثوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر حیات مستعار پاتے تو آپ کی روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے کئی گنا بڑھ جاتیں۔ اس سے روشن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی علم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل تھے۔

نیز علاوہ ازیں...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متانت، تقریر، قوت تفہیم اور حسن تعلیم کا نظر انصاف سے جائزہ لیا جائے تو بہت فرق نظر آئے گا کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوئی مختلف فیہ ومتنازعہ فیہ مسئلہ حل نہ ہوا اور آپ کی تقریرات سے کسی قسم کا نزاع طے نہ ہوا اور اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوت تفہیم وحسن تعلیم نے کسی مسئلہ کو نزاعی رہنے ہی نہ دیا۔

علم قرآن میں شیخین کی افضلیت

علم قرآن بھی یقیناً وقطعاً معیار افضلیت ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے،

ونزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شئ

ہم نے آپ پر کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے

(سورۃ نحل آیت ۸۹)

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علوم قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل تھے لیکن اس دعویٰ کی بنا صرف خوش اعتقادی پر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علوم قرآن میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما ہی سب سے افضل تھے۔

علوم قرآن کی دو قسمیں

علوم قرآن کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کا تعلق معنیٰ ومطلب اور تفسیر وتشریح کے ساتھ ہے اور دوسری قسم کا تعلق نظم قرآن کو خوبی اور حسن ادائیگی کے ساتھ تلاوت کرنے کے ساتھ ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ ان دونوں اقسام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات شیخین سے بڑھ کر نہیں تھے۔ بلکہ حضرات شیخین علوم قرآن کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ اس پر اہل سیر ومؤرخین تک متفق ہیں۔

عام خیال یہ ہے کہ...... علوم قرآن میں حضرت ابوبکر وعمر وعلی رضی اللہ عنہم برابر تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تھے کہ انہوں نے لوگوں کو مختلف قرأتوں کے اختلاف ونزاع سے بچا کر ایک قرأت پر جمع کیا اور محافظت الفاظ اور رسم الخط آپ کا بے مثال کارنامہ ہے مگر حضرت عثمان کے اس کارنامہ کی بنیاد بھی حضرات شیخین کے مساعی جمیلہ ہیں جن سے قرآن کریم سینوں سے صحیفوں میں نقل ہو کر موجودہ ترتیب کے ساتھ معرض شہود میں آیا۔

نیز اس مسئلہ میں منصفانہ غور کیا جائے تو حضرات شیخین علوم قرآن میں سب سے زیادہ فائق و افضل تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر کھڑا کر کے امامت کرانے کا حکم فرمانا اس کا بین ثبوت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہدایت یہ تھی کہ

فلیومکم اقرء کم بکتاب اللہ واعلمکم بالسنۃ

کہ تمہارا امام اسے ہونا چاہئے جو تم سب سے زیادہ قرآن دان اور سنت کا عالم ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا مصلیٰ سونپا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن وسنت کے سب صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کی بنا پر انہیں امام نہ بنانے کا مشورہ عرض کرنا اور ان کے بعد ان کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی پیش کرنا اس

بات کی روشن ترین دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآنی علوم کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ لہٰذا علوم قرآن میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ہی سب سے زیادہ افضل تھے۔

حدیث انا مدینة العلم و علی بابها......کی بحث

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا مدینة العلم و علی بابها......میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث درجۂ صحت کو نہیں پہنچی جیسا کہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......ان ذالك الحديث مطعون فيه (صواعق، ص:۳۴)......کہ یہ حدیث مطعون فیہ یعنی ضعیف ہے اور ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ ضعیف حدیث افضلیت میں کارآمد نہیں ہوتی اور اگر اس کی صحت یا حسن کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے آگے کے الفاظ بھی قابل غور ہیں......فابو بكر محرابها......ابوبکر اس شہر علم کا محراب ہیں......اور یہ حدیث امام دیلمی کی کتاب ''الفردوس'' میں اس طرح ہے:

انا مدينة العلم و ابو بكر اساسها و عمر حيطانها و عثمان سقفها و علی بابها

(صواعق، ص:۳۴)

یعنی میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد اور عمر اس کی چاردیواری اور عثمان اس کی چھت اور علی اس کے دروازے ہیں۔

اس حدیث سے سب سے پہلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوئی کہ بنیاد ہی سب کچھ ہوتی ہے، دروازہ کا نمبر تو بعد میں آتا ہے پہلے بنیاد، پھر چاردیواری پھر چھت پھر دروازہ ہوگا۔ ورنہ بنیاد، چاردیواری اور چھت کے بغیر دروازہ بیکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس حدیث سے افضلیت حسب ترتیب خلافت ثابت ہوتی ہے لہٰذا یہ حدیث اہلسنّت ہی کے عقائد کی موئد ہے۔

تقویٰ و اتباع شریعت میں شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت

تقویٰ و اتباع بھی یقیناً وقطعاً معیار افضلیت ہیں قرآن مجید میں ہے

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

بے شک اللہ کے ہاں بڑے رتبے والا وہی ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہوگا۔

تقویٰ واتباع شریعت واطاعت رسول اکرم ﷺ میں بھی حضرات شیخین ؓ ہی سب سے پیش پیش رہے۔ اس حقیقت سے کسی کو مجال انکار نہیں ہوگی کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کسی بھی موقع پر حضور ﷺ کے حکم کی بجا آوری سے انکار تو بڑی بات تغافل و تساہل تک نہیں فرمایا اور کبھی ایسی بات کا ارادہ تک نہیں کیا اور سوچا تک نہیں جو حضور ﷺ کے لئے موجب ایذا و رنج ہوسکتی تھی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ اور اسیران بدر سے فدیہ لینے کے موقعہ پر اور اسی طرح کے ہر نازک محل پر جس امر کی طرف حضور اکرم ﷺ کی طبع کریم کا میلان محسوس فرمایا اسی امر کا مشورہ دیا۔

اس کے برعکس...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بی بی فاطمہ طیبہ ؓ طاہرہ کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا اور پیغام نکاح بھیجا اس سے حضور ﷺ کو رنج ہوا۔ آپ ﷺ ممبر پر جلوہ گر ہوئے اور بحالت ناراضگی ارشاد فرمایا کہ

"علی ابن ابی طالب کو ہرگز لائق نہیں اور نہ اجازت ہے کہ وہ نبی اللہ کی صاحبزادی کے گھر میں ہوتے ہوئے اعداء اللہ یعنی دشمن خدا کی بیٹی کو گھر میں بیاہ لائے۔"

نیز...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز تہجد کے بارے میں بھی مورد عتاب سید عالم ﷺ ہوئے اور اسی طرح حضرت عمر فاروق ؓ نے کبھی حضور ﷺ کی اطاعت سے روگردانی نہیں فرمائی اور نہ کبھی ایسی بات کا سوچا جس سے حضور ﷺ کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔ البتہ کئی ایک مواقع پر بعض امور میں آپ ؓ کے مشورے حضور ﷺ کے میلان طبع مبارک کے خلاف واقع ہوئے تو ان مشوروں میں کسی طرح ذاتی غرض یا خواہش نفس کو کوئی دخل نہ تھا محض للّٰہیت اور فرط جذبۂ اسلامی و فرط غیرت ایمانی کے تقاضے تھے اس کے باوجود حضور ﷺ نے آپ ؓ کے ان جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر آپ ؓ کی تعریف وتوصیف فرمائی اور آپ ؓ کو حضرت نوح ؑ کے جذبات کا مظہر قرار دیا۔ اور آخر کار وحی الٰہی بھی حضرت عمر ؓ کے مشوروں کی تائید میں نازل ہوئی، اس کو کوئی عقلمند خلاف شرع یا خلاف تقویٰ تصور نہ کرے گا آپ ؓ کے خلوص جذبات و

حب فی اللہ و بغض فی اللہ اور اشد علی الکفار کی عملی تفسیر سے تعبیر کرے گا۔اس سے آپ کی شان افضلیت میں کمی نہیں زیادتی ثابت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ علما کرام نے ایسے مواقع پر آپ کے مشوروں کی تائید وحمایت میں نازل ہونے والی آیات کو"موافقات عمر" کے عنوان سے آپ کے فضائل ومناقب میں شمار کیا ہے۔

زہدوترک دنیا میں شیخین کی افضلیت

زہدوترک دنیا اور توجہ الی اللہ بھی معیار افضلیت ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

قل بفضل اللہ و برحمته فبذالك فليفرحوا هو خير مما يجمعون○

اے نبی محترم فرمادیجئے کہ وہ خدا کے فضل ورحمت کی خوشیاں منائیں یہ (خدا کا فضل ورحمت) ان کے اس مال ودولت سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔

شیعہ صاحبان یا تفضیلی حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے بڑھ کرزاہداور تارک الدنیا تھے لیکن ہماری گذارش ہے کہ حضرات شیخین کریمین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سب سے بڑھ کرزاہداور تارک الدنیا تھے۔

آیئے ذرااس حقیقت کا صحیح جائزہ لیجئے۔

زہد کی تعریف

اس حقیقت کا جائزہ لینے سے پیشتر لفظ زہد کا مفہوم ذہن نشین ہونا بھی ضروری ہے تاکہ صحیح صورتحال کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ زہد دنیا کے ساز وسامان ، اولاد ، ازواج ، خدام اور جاہ و حشمت سے قطع نظر کرکے آخرت کی فکر کرنے کا نام ہے۔اس کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ حضرات شیخین کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ زہد وترک دنیا اور فکر آخرت میں بھی سب سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اس وقت آپ

کے پاس بہت سا مال تھا جسے آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی و رضا میں صرف کر دیا کئی ایک مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا واقعہ حضرت بلال اس پر شاہد ہے۔ یہاں تک کہ اپنا سب مال و متاع اور گھر کا اثاثہ تک اسلام پر لٹا دیا اور گھر میں اللہ و رسول ﷺ کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد جب آپ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے تو اس وقت آپ بہت کچھ کر سکتے تھے۔ معاشی حالات بہتر بنانے کیلئے آپ کو سنہری مواقع میسر تھے۔ فتوحات میں حاصل ہونے والی غنیمتیں، زمینیں، سونے چاندی کے ڈھیروں ڈھیر، غلام اور لونڈیاں بیت المال کے خزانے وغیرہ۔ غرضیکہ وہ کیا کچھ تھا جو آپ کے قبضہ و تصرف میں نہ تھا۔ سب کچھ پر قبضہ تھا ہر سیاہ سفید کے مالک تھے۔ اس حال میں اپنے اور اپنی اولاد و اہل وعیال کیلئے بہت کچھ کر سکتے تھے اور نہیں تو اچھی خاصی تنخواہ لے سکتے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے نہ اپنے لئے کچھ کیا نہ اہل وعیال کیلئے اور نہ خویش و اقربا کو کوئی منفعت پہنچائی۔ تنخواہ یا وظیفہ بھی اتنا لیا کہ جس سے قناعت کے ساتھ وقت پاس ہوتا تھا۔

تاریخ اسلام اس پر گواہ ہے کہ آپ نے قناعت و کفایت پر مبنی روزمرہ کی ضروریات سے زیادہ کچھ لینا منظور نہ کیا اور اتنا لینا بھی گوارہ نہ فرمایا جو آپ کے اہل وعیال کی آئندہ ضروریات کیلئے پس انداز ہوتا رہتا اور آپ کے بعد ان کو کام آتا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اپنے پیچھے ایک آدھ کھجور کے سوا کوئی جائیداد نہ چھوڑی، نہ کھیتی نہ زمین اور نہ درہم و دینار وغیرہ۔ البتہ ایک حبشی غلام، ایک نحیف و کمزور سا اونٹ اور اوڑھنے کی چادر یہ بھی ورثہ میں نہیں چھوڑا بلکہ حضرت عمر کے پاس بھجوا دیا اور فرمایا:

> ''تم بیت المال سے سواری اور خادم نہ لینا بلکہ یہی قبول کرلو اور اسی پر گزارا کرنا''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کر کے فرمایا:

رحمك الله يا ابا بكر ولقد اتعبت من جاء بعدك

> اے ابوبکر! اللہ تم پر رحمت کرے تم نے ریاضت و قناعت کر کے اس شخص کیلئے مشقت پیدا کر دی جو تیرے بعد خلیفہ ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنایا جائے تو کیا آپ رضی اللہ عنہ کتاب وسنت اور سیرت شیخین رضی اللہ عنہما پر عمل کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں کتاب وسنت پر عمل کروں گا۔ شیخین رضی اللہ عنہما کی سیرت پر عمل کرنے پر آمادگی کا اظہار نہ فرمایا کہ اپنے آپ رضی اللہ عنہ کو ان کی سی ریاضت ومشقت اور ان کے سے زہد وقناعت کا متحمل محسوس نہ فرماتے تھے۔

اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کو دھلے ہوئے پرانے کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ کیا تاریخ عالم کسی سربراہ مملکت کے ترک دنیا کی ایسی مثال پیش کرسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد

اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حال بھی اسی طرح ہے آپ بھی بیت المال سے بہت کم وظیفہ لیتے تھے آپ کی اہلیہ اس قلیل وظیفہ سے قدرے قدرے پس انداز کرتی رہیں اور جب عید کا موقع آیا تو اچھا سا کھانا پکایا...... آپ نے دیکھا کہ قناعت وکفایت پر مبنی روزمرہ کی ضروریات کیلئے بیت المال سے جو وظیفہ ملتا ہے اس سے تو ایسا کھانا تیار نہیں ہوسکتا آپ نے اپنی اہلیہ سے دریافت فرمایا کہ زائد رقم کہاں سے آئی تھی؟ انہوں نے واقعہ بتایا، آپ نے یہ کہہ کر کہ پھر تو اس قدر رقم کے بغیر ہمارا گزارا چل سکتا ہے اتنا سی رقم اپنے وظیفہ میں کم کردی۔ وصال سے قبل آپ کی بھی یہی وصیت تھی کہ پرانے دھلے ہوئے کپڑوں میں آپ کو کفن دیا جائے۔

(ملاحظہ ہو بشری الکئیب بلقاء الحبیب، امام السیوطی)

ان دونوں بزرگوں نے اپنے دلوں کو محبت واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا معمور کیا ہوا تھا کہ ان کی نظروں میں جہان ودولت کی کوئی وقعت نہ تھی۔

کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سربراہ مملکت اسلامیہ تھے مگر نہ اپنے لئے کچھ جمع کیا نہ اہل وعیال کے لئے نہ خویش واقرباء کو فائدہ اٹھانے دیا یہی حقیقی زہد وترک دنیا ہے۔

اس کے برعکس

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم زہد وترک دنیا میں شیخین رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر تو کیا ان کے برابر بھی نہیں تھے۔ آپ نے بہت سا ساز وسامان جمع کیا۔ ''زمینیں خریدیں، کھیت اور باغات حاصل کئے، وصال کے بعد چار بیویاں، تیس لڑکے لڑکیاں اور انیس لونڈیاں اور بہت سے غلام چھوڑے۔

پھر اپنی اولاد کیلئے بہت سا اثاثہ اور ساز و سامان جمع فرمایا اور انہیں اس قدر زمینیں دیں کہ وہ صاحب نصاب اور غنی کہلاتے تھے اور ان پر زکوۃ عائد ہوتی تھی۔ آپ کی متروکہ زمینوں جو بعد میں آپ کے اولاد کے نام منتقل ہوئیں کی پیداوار کا تو حساب ہی کیا صرف باغ متروکہ کا جو پھل آتا تھا وہ تمیں ہزار من ہوتا تھا۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ زہد حقیقی اس بات کا نام ہے کہ نہ تو خود دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہو اور نہ ہی اپنے اہل و عیال اور اقارب و اولاد کو دنیا کی نفع رسانی کرے۔ حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا اس کی رو سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و ترک دنیا اور باقی سیرت طیبہ میں مظہر اتم تھے۔ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر اس قدر احتیاط سے چلے کہ سر مو بھی منحرف نہ ہوئے نہ خود دنیا سے لطف اندوز ہوئے اور نہ اولاد و اقارب کو ہونے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتہائی اقارب سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھتیجے، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر حضرت کے صاحبزادے اور حضرت عائشہ صاحبزادی تھیں کسی کو نہ کوئی عہدہ دیا نہ کسی جگہ کا عامل بنایا اور نہ کسی کو مالی منفعت پہنچائی۔

اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے۔ لذت دنیا سے خود بھی دور رہے اور اولاد و اقارب کو بھی دور رکھا۔ ایک مرتبہ نعمان بن عدی کو جو آپ کے اقارب سے تھے متیھبنان کا عامل مقرر فرمایا پھر اس احساس کے تحت کہ یہ تو اقارب سے ہیں معزول فرما کر کسی اور کو ان کی جگہ مقرر فرما دیا تھا حالانکہ آپ کی اولاد و اقارب سے سعد بن زید، ابوجہم بن حذیفہ اور خارجہ بن خزاعہ، عمر بن عبداللہ و عبداللہ بن عمر ایسے باصلاحیت و اہل علم حضرات موجود تھے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا۔ وصال سے پیشتر کچھ بزرگوں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے صاحب زادے عبداللہ بن عمر کو اپنا جانشین فرما دیں مگر آپ نے یہ عذر کر کے کہ ”میرا لڑکا عبداللہ اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتا اور ایک مملکت کے سربراہ کیلئے نہایت بردبار اور متحمل انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔“ ان کے مشورہ کو قبول نہ فرمایا۔

ایک تقابلی جائزہ

لیکن اس کے برعکس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خاندان اور اقارب سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یمن کا، قثم بن عباس کو مکہ معظمہ کا اور سعد بن عباس کو مدینہ منورہ کا اور اپنے بھانجے ہفدہ بن ہبیرہ کو کوفہ کا اور اپنے پروردہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کردار پر...... معاذ اللہ...... تنقید نہیں ہے انہوں نے جو کچھ کیا اور

جو کچھ فرمایا ہماری چشم عقیدت میں وہ درست ہی تھا لیکن بات ہو رہی ہے زہد اور ترک دنیا کی، حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عزیز و اقارب بھی ان مناصب جلیلہ کے یقیناً لائق و مستحق تھے مگر ان کی شانِ زہد نے انہیں اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ خود کو یا اپنے عزیز و اقارب کو دنیا کے عیش و عشرت سے ہمکنار کرتے۔ لہٰذا یقیناً و قطعاً حضرات شیخین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زہد میں بھی افضل و برتر تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کھانے پینے اور پہننے میں تو زہد ہی کو اختیار فرما رکھا تھا کہ خشک خوری اور خش پوشی آپ کی صفت تھی۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زہد یہیں تک محدود رہا۔ لیکن حضرات شیخین رضی اللہ عنہما تمام امور میں زاہد بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الزاہدین واقع ہوئے ہیں۔

صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ میں شیخین کی افضلیت

صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں خرچ کرنا) بھی یقیناً و قطعاً معیارِ افضلیت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۠ (حدید، آیت ۱۰)

تم میں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا (اور وہ جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا) برابر نہیں، وہ (فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والے) مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سے اللہ نے جنت کا وعدہ کر لیا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ہم سر نہیں ہو سکتے بلکہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ میں وہ سب سے سبقت لے گئے تو بجا ہوگا۔ مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع اور بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کرنا، اور جیش عسرت کی تجہیز فرمانا الغرض جہاد بالمال میں انتہا کو پہنچے۔ لیکن حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما جہاد و علم و زہد میں ان سے افضل تھے۔

غرضیکہ صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں بھی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل واسبق ہیں اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ و حملنی الیٰ دارالھجرۃ واعتق بلال من مالہ وما نفعنی مال فی الاسلام ما نفعنی مال ابی بکر۔۔۔ الخ (ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحمت فرمائے انہوں نے اپنی صاحبزادی کی مجھ سے شادی کی اور مجھے دار ہجرت تک سوار کر کے لائے، اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کیا اور مجھے اسلام میں کسی مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جس قدر کہ ابوبکر کے مال نے فائدہ دیا۔

امام ابویعلیٰ اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

کان رسول اللہ ﷺ یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسہ۔۔۔ الخ

یعنی حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق کے مال کو اپنے مال کی طرح بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء، ص:۳۶/۳۷)

خلافت وحسن سیاست میں شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت

خلافت وحسن سیاست اور مملکت اسلامیہ پر واقع ہونے والی مشکلات پر قابو پانا، مملکت اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور توسیع وتدبیر کرنا بھی معیار افضلیت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض۔۔۔۔۔۔ الخ (نور، آیت ۵۵)

یعنی اللہ نے تم میں سے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسا کہ پہلوں کو دی اور ان کے اس دین کو خوب جما دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پسند

کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن وسکون سے بدل دے گا، میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔

بلکہ یہ درحقیقت اسلام میں جمیع اعمال حسنہ پر حاوی ہے اس میں بھی حضرات شیخین کی افضلیت ایک حقیقت مسلمہ ہے کیونکہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد فتنہ مرتدین واقع ہوا۔ اس واقع میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ثابت قدم واقع نہ ہوا۔ ان کے دلائل سے سب سے پیشتر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شرح صدر ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسن سیاست اور خوبی تدبیر سے اس فتنہ کا قلع قمع ہوا، طلیحہ اسدی، اسود عنسی، مالک بن نویرہ، اور مسیلمہ کذاب ایسے جھوٹے مدعیان نبوت سے معرکے ہوئے اور ان کا قلع قمع ہوا۔ بحرین فتح ہوا، عراق وشام کی فتوحات کی ابتداء ہو چلی تھی جو مکمل طور پر زمانہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں فتح ہو گئے۔ ان حضرات کے زمانہ مبارک میں جو فتوحات ہوئیں ان سے سلام کو بے پناہ قوت نصیب ہوئی اور وہ اسلام کے استحکام عظیم کی بنیاد قرار پائیں۔

لیکن اس کے برعکس......

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ایک بستی بھی فتح نہیں ہوئی اور باہمی خانہ جنگی کے سوا کوئی نمایاں کام نہ ہوا۔ یہاں تک نمازیں، تلاوتیں اور عبادات تک طاق نسیان میں رکھ دی گئیں۔ اکابرین اسلام میں طعن وتشنیع اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کے سوا کوئی شغل باقی نہیں رہ گیا تھا۔ بلکہ ان کے زمانے کے اٹھے ہوئے فتنے آجتک فرو نہیں ہوئے اور نہ تا قیامت فرو ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی جگہ بزرگ ہستی اور لاکھوں احترام کے لائق ہونے کے باوجود حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بلکہ کہنا چاہئے کہ حضرات ثلاثہ سیدنا ابو بکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ عنہم سے ہرگز افضل نہیں ہو سکتے بلکہ مذکورہ حقائق کی رو سے جمیع اہلسنت کو اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات شیخین کریمین یعنی ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما اور جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل اور عند اللہ بزرگ تر ہیں۔

سیّدنا ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حسب ترتیب خلافت افضلیت کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی جا سکتی ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہیں پر اکتفا کرنے کے بعد کتب عقائد اہلسنت سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

حسب ترتیب خلافت

حضرت ابوبکر صدیق و حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت

کتب محققین اہلسنّت کی روشنی میں

جیسا کہ گذشتہ تحقیق سے واضح ہے کہ شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما علی الترتیب تمام امت محمدیہ سے افضل و اعلیٰ ہیں پھر عثمان غنی پھر حضرت مولائے مومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے زمانۂ خلافت اور بعد والوں سے افضل ہیں۔ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت علی الترتیب پر تو تمام اہلسنّت و جماعت کا اجماع اور اتفاق ہے مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر بھی جمہور اہلسنّت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے۔ اس سلسلہ میں اہلسنّت و جماعت کے محققین و مجتہدین کی عبارات شریفہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

سراج امت مجتہد دین وملت سیدنا ومولانا امام الائمہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وافضل الناس بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق ثم عمر ثم عثمان بن عفان ثم علی بن ابی طالب رضی الله عنهم اجمعین۔

(فقہ اکبر مع شرح ملا علی قاری مصری ص: ۶۱، ۶۲، ۶۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان بن عفان پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین تشریح

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ ارشاد کی تشریح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

، فهو افضل الاولیآءِ من الاوّلین والآخرین وحکی الاجماع علیٰ ذالك۔ (شرح فقہ اکبر، ص:۶۱)

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اولین و آخرین صحابہ و اولیاء سے افضل ہیں۔ اس پر اجماع منقول ہے۔

پھر فرماتے ہیں (بخوف طوالت ان کی عربی عبارت کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے):

''اس مسئلہ میں رافضیوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے (الی ان قال) اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہلسنّت و جماعت نے اجماع و اتفاق کیا ہے، مقام تحقیق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیماری کے دوران انہیں امامت کیلئے مقرر فرمانا ہے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین یعنی نمازوں کی امامت کیلئے پسند کر کے مقرر فرمایا تو ہم آپ کو دنیا یعنی عہدہ خلافت کیلئے کیونکر پسند نہ کریں (الی ان قال) اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا علی الترتیب کل امت سے افضل ہونا جمیع اہلسنّت میں متفق علیہ ہے اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت کا مسئلہ بھی اسی ترتیب سے ہے۔ بعض اہل کوفہ و بصرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفضیل مروی ہے اور صحیح وہی ہے جو جمہور اہلسنّت کا مسلک ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری روایت بھی یہی ہے۔ اس بنا پر کہ فقہ اکبر میں آپ نے افضلیت کی ترتیب کے مطابق ارشاد فرمایا ہے۔ (شرح فقہ اکبر، ص:۶۳/۶۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل کہنا اہلسنت اور جمیع سلف کے خلاف ہے

بعدازاں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

ولا یخفیٰ ان تقدیم علی رضی الله عنه علی الشیخین مخالف لمذهب اهل السنة والجماعة علی ما علیه جمیع السلف۔

اور مخفی نہ رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینا اہلسنت و جماعت کے مذہب کے خلاف ہے اس مسلک کی بنا پر کہ جس پر گذشتہ جمیع اکابر اہلسنت ہیں۔ (شرح فقہ اکبر، ص:۶۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے افضل ہونا قطعی ہے

والذی اعتقده وفی دین الله اعتمده ان تفضیل ابی بکر قطعی۔

(شرح فقہ اکبر، ص:۶۴)

اور جس کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اور جس پر اللہ کے دین میں، میں اعتماد کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا قطعی ہے۔

پھر موصوف اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کل امت سے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قائم مقام امام مقرر فرمایا۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ جس کی امامت اولیٰ ہو وہی افضل و اعلیٰ ہوگا۔ حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مدینہ میں حاضر تھے۔ اسی طرح دوسرے اکابر صحابہ بھی موجود تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اپنی جگہ امامت کیلئے مقرر فرمایا۔ اسلئے کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اس وقت تمام انسانوں میں فضل و اعلیٰ مقام و منزلت والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلی سے پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر...... **ابی الله والمومنون الا ابا بکر** ...... "اللہ اور ایمان والوں کو ابوبکر کے سوا کسی کو میری جگہ کھڑا کرنا منظور نہیں" ...... انہیں روک دیا۔

اسی طرح امام مطلق امام کمال الدین بن ہمام اپنی مشہور کتاب المسامرہ شرح مسایرہ ج ۲، ص:۱۴۲ میں اور امام سراج الملۃ الدین علی بن عثمان اوشی بذ الامالی، پھر حضرت مولانا محدث علی قاری اس کی شرح ضوء المعالی پھر بعض المحققین اس کی شرح تحفۃ الاعالی ص ۴۵ اور علامہ تفتازانی شرح عقائد ۱۴۰/۱۴۱ طبع مصر میں فرماتے ہیں:

ارشاد غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

محبوب سبحانی قطب ربانی الشیخ السید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

وافضل الاربعة ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنهم

یعنی حضور ﷺ کے چار خلفاء میں سب سے افضل واعلیٰ سیدنا ابو بکر صدیق ہیں، پھر عمر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ عنہم۔

سادات حضرات بھی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عقیدہ رکھیں، یہی حق وصواب ہے۔ اس کے خلاف باطل وعذاب، جو سیّد تفضیل شیخین میں یہ عقیدہ نہ رکھے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے۔

ارشاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ان الامام الحق بعد رسول اللہ ﷺ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنهم۔ (احیاء العلوم، ج ۱، ص:۱۰۲)

کہ بیشک حضور ﷺ کے بعد امام برحق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر، پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔

پھر فرماتے ہیں:

ان افضل الصحابة رضی اللہ عنهم علی حسب ترتیبهم فی الخلافة۔ (احیاء العلوم، ج ۱، ص:۱۰۲)

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

ارشاد ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اجمعو ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر ثم عمر رضی اللہ عنھما۔ (بستان العارفین، مصری، ص:۱۸۶)

کہ تمام اہلسنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

تفضیلی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی

فقہا کرام جہاں فرماتے ہیں کہ فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس میں فسق اعتقادی کو بھی اولین اہمیت دیتے ہیں چنانچہ ان مبتدعین میں جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے تفضیلیوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ فتح القدیر میں امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان من فضل علیا علی الثلاثہ فمبتدع

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفاء ثلاثہ سے افضل سمجھے تو وہ بدعتی ہے (اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے)

محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

سید المکاشفین، امام العارفین شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مسئلہ تفضیل میں دنیائے صوفیت کی ترجمانی کیلئے کافی ہے آپ فتوحات مکیہ شریف کے باب الثالث والتسعین میں ارشاد فرماتے ہیں، جسے ترجمان شیخ اکبر سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں نقل کرتے ہیں:

اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ھو افضل من ابی بکر غیر عیسیٰ علیہ السلام۔

معلوم ہوا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی ابو بکر صدیق سے افضل نہیں ہے۔ (ج ۲، ص: ۷۳)

سیدی مجدد رحمۃ اللہ علیہ

سیدی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں:

خلیفۂ مطلق بعد ختم الرسل علیه و علیهم الصلوٰة والتسلیمات حضرت ابو بکر صدیق است رضی اللہ عنہ وازان حضرت عمر فاروق بعد ازاں عثمان ذوالنورین است بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب است رضوان الله علیه افضلیت ایشاں بترتیب خلافت است۔

اور خلیفہ مطلق بعد از خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں رضوان اللہ علیہ ان کی افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی زبان درفشان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا بیان

اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں ہوں امیر المؤمنین، اسد اللہ الغالب، حیدر کرار، حق گو حق پرور سرکار سیدنا ومولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پر کہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں برسرمنبر مساجد ومحافل اور خلوت وجلوت میں مسئلہ تفضیل کو نہایت تفصیل سے واضح فرمایا اور حضرات شیخین کریمین وزیرین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الثناء والتحیۃ سے افضل وبہتر ہونا ایسا محکم ومفسر واشگاف، بے احتمال دگر اور ایسا روشن طور پر بیان فرمایا جس میں کسی طرح کا شائبہ، شک وتردد نہ رہا۔ مخالف مسئلہ کو مفتری بتایا اور اسی کوڑے کا مستحق ٹھہرایا۔

آپ کے ان ارشادات عالیہ کو اسی سے زائد صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق میں فرماتے ہیں۔

قال الذهبي وقد تواتر ذالك في خلافته و كرسي مملكته و بين الجم الغفرير من شيعته ثم بسط الاسانيد الصحيحة في ذالك قال و يقال رواه عن علي نيف رثما نون نفساً وعدّ د منهم جماعة ثم قال فقبح الله الرافضة ما اجهلهم۔

(الصواعق المحرقہ، ص:۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے زمانہ خلافت و دور حکومت میں اپنی جماعت کے ایک بہت بڑے گروہ میں فرمائی اس کے بعد امام ذہبی نے اس بارے میں صحیح سندیں تفصیل سے بیان کیں اور فرمایا کہ محدثین کے نزدیک اس کی روایت کرنے والے اسی سے زائد راوی ہیں اور انہوں نے ان میں سے ایک جماعت کو گن کر بھی بتایا ہے پھر فرمایا کہ خدا رافضیوں کو ذلیل کرے کس قدر جاہل ہیں۔

عبدالرزاق، مصنف شیعہ ہونے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب سے افضل مانتا تھا

یہاں تک کہ محدث عبدالرزاق صاحب مصنف جیسے بعض منصفان شیعہ نے شیعہ ہونے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ واہلبیت سے افضل مانا اور کہا کہ جب حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ انہیں خود اپنی ذات کریم سے افضل قرار دیتے تھے تو مجھے اس عقیدے سے جائے گریز اور انکار کیوں کر ہو سکتا ہے مجھے یہ گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت کروں اور اس کی مخالفت کروں۔ چنانچہ صواعق امام ابن حجر مکی میں ہے:

وما احسن ماسلكه بعض الشيعه المنصفين كعبد الرزاق فانه قال افضل الشيخين بتفضيل علي ايا هما علىٰ نفسه والالما فضلتهما كفىٰ بي وزراً ان احبه ثم اخالفهٗ

(الصواعق المحرقہ، ص:۶۲۔ تہذیب التہذیب ج ۶ ص:۳۱۳)

عبدالرزاق (مشہور محدث) جیسے بعض منصف شیعہ نے کیا ہی عمدہ طریقہ

اختیار کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں شیخین کریمین (حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسلئے افضل سمجھتا ہوں کہ حضرت علی نے انہیں اپنے آپ سے افضل قرار دیا۔ ورنہ میں انہیں افضل نہ مانتا۔ میرے لئے یہ گناہ کچھ کم نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کروں اور پھر ان کی مخالفت کروں۔

حدیث اول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں سیدنا ابن سیدنا امام محمد بن حنیفہ صاحبزادہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں:

قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر قال قلتُ ثم من؟ قال عمر رضی اللہ عنہ الخ

(صحیح بخاری ج ۱ص:۵۱۸)

یعنی میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ وجہہ سے عرض کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ فرمایا ابوبکر میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ

حضرت محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

امام محمد بن حنیفہ سرکار مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے شہزادے ہیں اور حنفیہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں ان کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس الحنفیہ ہے جو قبیلہ بنی حنفیہ سے تھیں۔ حضرت امام محمد بن حنفیہ صاحب کرامت اور مستجاب الدعوات تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت امام زید بن العابدین سے ارشاد فرمایا کہ خدا کی پناہ تمہیں عراق میں پھانسی دی جائے گی، جیسا انہوں نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ آپ جنگ جمل میں اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ تھے اور علم آپ کے ہی ہاتھ میں تھا۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۸۱ھ کو ہوا۔ (نور الابصار، ص:۱۰۴، مطبوعہ مصر)

حدیث دوم

امام بخاری اپنی صحیح اور امام ابن ماجہ اپنی سنن میں عبداللہ بن سلمہ کے طریق سے امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

سمعت علیاً یقول خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابو بکر و خیر الناس بعد ابی بکر عمر (ابن ماجہ، ج ا، ص:۱۱)

میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے افضل عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث سے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہونا معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا سب سے بلند و بالا ہونا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد متعین ہوتا ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہونے والی بخاری کی حدیث قیص سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے استثناء کی دلیل بھی قرار پاتی ہے۔

حدیث سوم

امام ابن القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ کتاب السنۃ میں راوی ہیں:

اخبرنا ابو بکر بن مردویہ ثنا سلیمن بن احمد ثنا الحسن بن المنصور الرمانی ثنا داود بن معاذ ثنا ابو سلمۃ العتکی عبداللّٰہ بن عبدالرحمن عن سعید بن ابی عروبۃ عن منصور بن المعتمر عن ابراھیم عن علقمۃ قال بلغ علیاً ان اقواماً یفضلو نہٗ علیٰ ابی بکر و عمر فصعد علی المنبر فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال یا ایھا الناس انہ بلغنی ان اقواماً یفضلو ننی علیٰ ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت فیھم لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھٰذا فھو مفتر علیہ حد المفتری ثم قال ان خیر ھٰذہٖ الامّۃ بعد نبیّھا ابو بکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعد قال و فی المجلس الحسن بن علی فقال واللّٰہ لو سمّٰی الثالث لسمّٰی عثمان

(غایۃ التحقیق، ص:۱۶، ۱۷، مصنفہ مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، وصواعق محرقہ ص:۶۰)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں، یہ سن کر ممبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حمد وثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتے ہیں اس بارے میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنادیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری اور بہتان تراش ہے۔ اس پر بہتان تراش کی حد یعنی اسی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری امت سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر خدا تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے۔

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ مجلس میں سیدنا حسن مجتبیٰ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی تیسرے کا نام لیتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیتے۔

حدیث چہارم

امام دارقطنی سنن میں اور ابوعمر بن عبدالبر استیعاب میں حضرت حکم بن جحل سے راوی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

لا اجد احد فضلنی علیٰ ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری۔

(غایۃ التحقیق، ص ۱/۱۷، ۱۸، وصواعق محرقہ، ۶۰)

میں نے جس کسی کو پایا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر وعمر سے افضل کہتا ہوگا تو میں اسے بہتان تراش کی سزا دوں گا۔

حدیث پنجم

سنن دارقطنی حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ میں مقرب تھے جناب امیر المؤمنین ازراہ نظر خصوصی انہیں واھب الخیر یعنی بھلائی کے داتا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

ان ابا حجیفة کان یریٰ ان علیًا افضل الامة فسمع اقواماً

یخالفونہ فحزن حزناً شدیداً فقال لہٗ علی بعد ان اخذیدہٗ وادخلہٗ بیتہٗ ما احزنکَ یا ابا جحیفہ؟ فذکر لہٗ الخبر فقال الا اخبرک بخیر ھٰذہ الامۃ؟ خیر ھا ابو بکر ثم عمر قال ابو جحیفۃ فاعطیت اللہ عھداان لا اکتم ھٰذا الحدیث بعد ان شافھنی بہ علی ما بقیت

(صواعق، ص۶۱، وغایۃ، ص:۱۸)

یعنی حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت سے افضل ہیں پھر انہوں نے لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا تو انہیں سخت رنج ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے کاشانہ اقدس میں لے گئے۔ غم کی وجہ دریافت کی انہوں نے اس کی وجہ مذکورہ عرض کی۔ تو حضرت علی نے ان سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب افضل کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں پھر عمر ہیں رضی اللہ عنہما، حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اس کے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے خود بالمشافہ مجھ سے ایسا فرمایا۔

حدیث ششم

امام ابو بکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا:

سمعت علیًا علیٰ منبر کوفہ یقول ان خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر ثم خیر ھم عمر

(صواعق امام ابن حجر مکی، ص:۶۱)

کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو جامع مسجد کوفہ کے ممبر پر فرماتے سنا

کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کی ساری امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر سب سے افضل عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہ

حدیث ہفتم

امام حافظ ابوذر ہروی رحمۃ اللہ علیہ کئی ایک سندوں سے اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما نیز حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:

دخلت علیٰ علی فی بیتہٖ فقلت یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ فقال مھلا یا ابا حجفۃ الا اخبرک و بخیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ قلت اخبرنی فقال ابو بکر و عمر ویحک یا ابا جعفۃ لا یجتمع حبی و بغض ابی بکر و عمر فی قلب مؤمن۔ (صواعق شریف، ص:٦١)

میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں ان کے گھر حاضر ہوا اور عرض کی اے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے بہتر! اس پر آپ نے فرمایا اے ابو جحفہ! ٹھہر جا، اس طرح کہنے میں جلدی نہ کر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے بہتر کون ہیں؟ میں نے عرض کی فرمائیے، فرمایا، ابوبکر اور عمر ہیں، منکرین پر افسوس ہے۔ اے ابو جحفہ میری محبت اور ابوبکر وعمر کا بغض مسلمان کے دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

میری محبت اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بغض مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حدیث ہفتم میں سرکار مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی کیسا پیارا ارشاد ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بغض اور میری محبت مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ شیعہ حضرات کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سچی محبت رکھتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سچے جاں نثار حضرت ابوجحفہ کے نقش قدم پر چل کر حسب ارشاد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بغض سے دل کو پاک کرنا ہوگا بلکہ ان سے سچی اور مخلصانہ عقیدت

رکھنی پڑے گی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کے بموجب ان دونوں کو حضور ﷺ کی ساری امت حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل واعلیٰ سمجھنا ہوگا۔ ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت کا دعویٰ بارگاہ حیدر کرار میں ناقابل قبول اور مردود ہوگا۔

کچھ ضدی شیعہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات عالیہ کو تقیہ پر محمول کر لیتے ہیں ان سے ہمدردانہ اور مخلصانہ گذارش ہے کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے یہ ارشادات ان کے اپنے زمانہ خلافت کے ہیں جب کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے وصال کو ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ لہٰذا حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات عالیہ کو تقیہ پر محمول کرنا نہ صرف ان کی ذات اقدس پر افتراء عظیم ہے بلکہ حقائق وقائع سے دیدہ دانستہ گریز بھی ہے۔ جو کسی بھی اہل انصاف کے شایانِ شان نہیں۔

حدیث ہشتم

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مسند ذی الیدین میں حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ سے راوی ہیں:

قال جاء رجل الیٰ علی بن الحسین رضی الله عنهما فقال ما منزلة ابی بکر و عمر من النبی ﷺ فقال منزلتهما الساعة وهما ضجیعاه

(غایۃ التحقیق، ص:۱۹)

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی ''حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر وعمر کا مرتبہ کیا تھا؟'' فرمایا ''جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور ﷺ کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں۔''

حدیث نہم

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا:

اجمع بنو فاطمة رضی الله عنهم علیٰ ان یقولوا فی الشیخین احسن مایقول من القول۔ (صواعق، ص:۵۲)

یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا اجماع و اتفاق ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے

حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو۔
ظاہر ہے کہ......سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائے گی جو سب سے بہتر ہو......اس سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی سادات کرام کے نزدیک سب صحابہ سے بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہونا ثابت ہوا۔

حدیث دہم

امام ابن عساکر رضی اللہ عنہ وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

قلت لمحمد بن الحنفية هل كان ابو بكر اول القوم اسلاما قال لا قلت فبم علا ابو بكر و سبق؟ حتى لا يذكر احد الا ابا بكر قال لا انه كان افضلهم اسلاماً حين اسلم حتى لحق بربه (صواعق، ص:۵۳)

میں نے حضرت امام محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی، کیا ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا نہ، میں نے کہا پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور سبقت لے گئے یہاں تک کہ ان کے سوا لوگ کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے؟ فرمایا یہ اسلئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے۔

حدیث یازدہم

امام ابوالحسن دار قطنی، جندب اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس کچھ اہل کوفہ وجزیرہ نے حاضر ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت امام نے میری طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا:

انظر و الیٰ اهل بلادك يسألونی عن ابی بكر و عمر هما افضل عندی من علی۔

اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے ابوبکر و عمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔
یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پوتے اور حضرت شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا لقب

مبارک ...... "نفس ذکیہ" ...... ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ محض جو سب سے پہلے حسنی و حسینی دونوں شرف کے جامع ہیں اسلئے محض کہلائے اپنے زمانہ میں سردار بنی ہاشم تھے ان کے والد ماجد حضرت امام حسن مثنیٰ اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین صلی اللہ علیٰ جدھم و ابیھم و علیھم و بارک وسلم۔

(غایۃ التحقیق، مجدد اعظم اسلام امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ص:۲۰)

سید السادات فخر اہل ہدایات محبوب سبحانی قطب ربانی صاحب قدم گرامی پیر پیران میر میران افضل و امام اولیاء جہان سیدی و سندی الشیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سرکار جیلانی المعروف گیارہویں شریف والے پیر کی نسبت کریمہ گیارہویں کے مطابق حضرت مولائے کائنات و آئمہ اہلبیت صلی اللہ علی جدھم و ابیھم و علیھم و بارک وسلم کی گیارہ حدیث لاکر انہیں پر اکتفا مناسب ہے ورنہ حوالہ جات تو شمار سے باہر ہیں۔

اب ہر سنی بالخصوص سید کہلانے والے پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے آباء کرام کا اعتقاد اختیار کر کے ان کا سچا شہزادہ بنے اور ان کا اعتقاد قطعاً و یقیناً یہی ہے کہ حضرات شیخین کریمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ بالخصوص حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

تفضیلِ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا قائل رافضی ہے

سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، بحر شریعت، بحر طریقت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف سیدنا و مولانا سید میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مبارک ...... سبع سنابل شریف ...... (جو عالم رویا میں بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیش کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب پسند فرمائی اور سید بلگرامی صاحب کی کتاب ہذا کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قابل رشک قرب بخشا۔ اس کا مفصل واقعہ مجدد اعظم اسلام امام ربانی نائب غوث صمدانی امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شریفہ ...... غایۃ التحقیق ...... میں ملاحظہ فرمائیں) میں ارشاد فرماتے ہیں:

> واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء ابوبکر صدیق است و بعد از وی عمر فاروق است و بعد از وی عثمان ذی النورین است بعد از وی علی المرتضی است رضی اللہ عنہم فضل ختنین از فضل شیخین کمتر است بے نقصان و بے قصور اجماع اصحاب و تابعین و تبع تابعین و سائر علماء امت بریں عقیدہ واقع شدہ است کے کہ امیر المؤمنین علی را خلیفہ نداند از خوارج است و

کسیکہ اورا بر امیر المؤمنین ابوبکر وعمر تفضیل کنند او از روافض است۔

(غایۃ التحقیق ص ۲۳)

اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابو بکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق ان کے بعد عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد علی المرتضیٰ ہیں حضرت عثمان وعلی کی فضیلت ابوبکر وعمر سے بغیر کسی نقصان وقصور کے کم ہے۔ صحابہ وتابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا یہی عقیدہ ہے جو شخص امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو شخص انہیں امیر المؤمنین ابوبکر وعمر سے افضل قرار دے وہ رافضی ہے۔

جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم سے افضل بتائے گا میں اسے کوڑے ماروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ.........شیعوں کا حوالہ

آیئے! شیعہ حضرات کی معتبر کتاب کا جو شیعہ حضرات کے اصول اربعہ میں سے ایک ہے حوالہ بھی عرض کردوں تاکہ غلط فہمی سے شیعہ بننے والے غیر متعصب شیعہ صاحبان ملاحظہ فرما کر مسلک اہلسنت کی طرف آکر اپنی آخرت سنوار جائیں۔ اس کتاب کا نام...... رجال الکشی...... ہے جو چوتھی صدی میں لکھی گئی۔....... رجال الکشی میں ہے:

عن محمد بن المنکدر انه رای علیاً علیه السلام علی المنبر بالکوفة و هو یقول لئن اتیت برجل یفضلنی علی ابی بکر و عمر لجلدته حد المفتری۔

(رجال الکشی، طبع کربلا، ص: ۳۳۸)

محمد بن منکدر سے مروی ہے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو کوفہ کے منبر پر جلوہ گر دیکھا اور یہ کہتے سنا کہ اگر میرے پاس ایسے شخص کو لایا جائے جو مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتا ہو تو میں اسے بہتان تراشی کی سزا (اسی کوڑے) ماروں گا۔

شیعہ حضرات نے اس روایت کو اپنی ہی کتاب میں نقل کرنے کے بعد اسے مسخ کرنے کی

بہت کوششیں کی ہے لیکن حق پسند اور انصاف کے متلاشی پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

الحمدللہ...... کہ مسلک اہل سنّت والجماعت کی حقانیت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی پر قائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے اور غیروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائے...... آمین!

شیعان کوفہ کا عقیدہ

مسئلہ تفضیل میں جیسا کہ راقم نے قبل ازیں عرض کیا ہے کہ کوفہ کے شیعہ اولیٰ کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمایئے اور انہیں داد انصاف دیجئے۔ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد المعروف بالذہبی متوفی ۷۴۸ھ اپنی مشہور تصنیف لطیف میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں فرماتے ہیں:

وقال ابن شوذب عن ليث قال ادركت الشيعة الاولى بالكوفة وما يفضلون على ابى بكر و عمر احدا (ج ۳، ص:۴۲۱)

یعنی امام لیث فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے شیعان اولین کو پایا اور وہ ابوبکر و عمر سے کسی کو افضل نہیں سمجھتے تھے۔

امام لیث بن ابی سلیم کوفہ کے باشندے ہیں جن کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں...... کان صاحب السنۃ...... اور امام عبدالوارث فرماتے ہیں...... کان من اوعیۃ العلم...... کہ آپ خزانہائے علم میں سے ایک خزانہ تھے اور کوفہ کے شیعان برادران کے نزدیک قبۃ الاسلام ہے۔ یہ صداقۃ الاسلام کی صدا ہے کہ ابوبکر و عمر سے کوئی افضل نہیں اور یہ صدا دینے والے کوفہ کے شیعان اولین ہیں جن کے ذریعے موجودہ شیعہ حضرات تک سب کچھ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا شیخین کریمین کے بارے میں موجودہ خیال غلط اور اکابرین کے اکابرین شیعان اولین کے اعتقاد درست اور صحیح ہے۔ الحمدللہ...... کہ اہلسنّت کے موقف حق کی تائید خود شیعہ حضرات کے اکابرین سے ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اس مبنی بر انصاف اعتقاد کو پس پشت ڈالنا دور از دیانت ہے۔ اور جو نام نہاد سُنّی کہلانے والے مولوی اور پیر مسئلہ افضلیت میں اجماع اہلسنّت کے خلاف کرتے ہوئے موجودہ شیعوں کی ہم خیالی میں مبتلا ہیں نہ صرف اہلسنّت کے مسلک حق سے منحرف ہیں بلکہ کوفہ کے شیعان اولین سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتے ہیں۔ آمین

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

پر اعتراضات اوران کے جوابات

حضرت امیر معاویہ ﷛ پر اعتراض کا انجام

حضرت امیر معاویہ ﷛ پر اعتراضات اوران کے جوابات عرض کرنے سے پیشتر یہ بتادینا ضروری ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ پر اعتراض دراصل حضور اکرم ﷺ پر اعتراض ہے جو حضور ﷺ پر اعتراض کرے وہ خدا پر اعتراض کرتا ہے، اس کا انجام ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوزخی ہونا ہے۔ معاذ اللہ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ ﷛ اور حضرت علی ﷛ کی جب جنگ ہوئی تو پھر دونوں کی صلح بھی ہوئی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ پھر اس جنگ میں کئی ایک عشرہ مبشرہ صحابی بھی حضرت امیر معاویہ ﷛ کے ساتھ تھے، حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ اور حضرت امیر معاویہ ﷛ کا موقف بھی ایک ہی تھا۔ ایک حضرت امیر معاویہ ﷛ پر اعتراض ان سب پر اعتراض ہے پھر حضرت علی ﷛ نے ان سے مصالحت کرلی تو ان پر بھی اعتراض ہوا کہ انہوں نے ایک کافر و مرتد سے صلح کرلی تھی (کیونکہ شیعہ حضرات مخالفین حضرت علی ﷛ کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں) دونوں طرف سے ہزارہا بندگانِ خدا شہید ہوئے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مرتد کی سزا صرف قتل ہے یا توبہ کرانا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مصالحت اسلام کے نکتۂ نظر کے خلاف تھی کہ مرتد کو یا تو قتل کردیا اس کو مسلمان کرواور توبہ کراؤ۔ حضرت علی نے ایسا نہ کیا لہٰذا وہ بھی قابل اعتراض ہوئے بلکہ امام حسن وحسین بھی قابل اعتراض ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ سے نہ صرف مصالحت کی بلکہ اپنی خلافت ان کے سپرد کی اوران کے ہاتھ پر دونوں نے بیعت کی، شیعہ حضرات کی مشہور کتاب ...... رجال الکشی ...... میں قیس بن سعد کی روایت ملاحظہ کیجئے۔

یعنی میری امت کا معاملہ ہمیشہ انصاف پر قائم رہے گا یہاں تک کہ سب سے پہلے جو شخص میری امت کے معاملہ میں رخنہ اندازی کرے گا وہ قبیلہ بنی امیہ کا ایک مرد ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے جسے امام رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

اول من یبدل سنتی رجلٌ من بنی امیة یقال لہٗ یزید۔

(تاریخ الخلفاء، ص: ۱۶۰)

سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا ایک مرد ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ بنوامیہ کو ناپسند کرنا یزید ایسے بعض مخصوص افراد کی وجہ سے تھا نہ کہ اس قبیلہ کا ہر فرد آپ کو ناپسند تھا۔ اگر ایسی بات ہوتی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کا کاتب اور اپنے ذاتی خطوط کا محرر کیوں مقرر فرماتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمشیرہ حضرت بی بی حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیوں فرماتے؟ پھر ان کے حق میں دعائیں کیوں فرماتے۔ اسی طرح قرآن میں ہے...... **وقتل الانسان ما اکفرہٗ**...... کہ انسان کی ہلاکت ہو کس قدر ناشکرا واقع ہوا؟۔ تو کیا سارے انسان ناشکرے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ اس سے بعض انسان مراد ہیں۔ اسی طرح ان قبیلوں سے بھی بعض افراد مراد ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھے نہ کہ اس قبیلے کے سارے افراد۔

رہا یہ سوال کہ جب یزید کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خبر دی تھی تو حضرت امیر معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد کیوں بنایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ تک وہ خبر نہیں پہنچی تھی۔ کیونکہ ہر صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث سے باخبر نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہمہ وقت نہیں رہتے تھے بلکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کبھی جنگ پر کبھی تبلیغ پر کبھی وصولی زکوۃ پر کبھی مخالفین اسلام کے خلاف اسلام منصوبوں کی جاسوسی کرنے اور کبھی کسی، کبھی کسی ڈیوٹی پر چلے جاتے تھے۔ بلکہ آنے والے بہت سے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو خفیہ طور پر بتائے اور ساتھ ہی انہیں ان حالات کو خفیہ رکھنے کا بھی حکم دیا تھا۔ اور مشیت الٰہی یہی تھی تا کہ ان باتوں کو خفیہ رکھ کر خدا تعالیٰ کی بعض حکمتیں اور ان کے تقاضے ظہور میں آئیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ

''حضور ﷺ نے مجھے بعض ایسے راز بتائے کہ اگر میں انہیں ظاہر کروں تو قتل کر دیا جاؤں۔''......کمافی صحیح البخاری۔

اور آپ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے کہ اللھم انی اعوذبک من الستین......کہ یا اللہ میں ساٹھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں......اس وقت کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ساٹھ سے کیا مراد ہے نہ ہی آپ نے کسی کو بتایا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دعا میں یوں بھی کہا کرتے تھے......اللّٰھم انی اعوذبک من امارۃ الصبیان......کہ یا اللہ میں بچوں کی حکومت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔......مگر آپ نے کبھی اس کی وضاحت نہ فرمائی بلکہ اس کو خفیہ رکھا کہ حضور ﷺ کا حکم بھی یہی تھا۔

جب ۵۹ھ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور یزید کے دور امارت میں واقعہ کربلا رونما ہوا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ ساٹھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد ۶۰ھ تھی اور بچوں کی حکومت سے ان کی مراد یزید کا دور حکومت تھا کہ اسلام میں یہ پہلا کم عمر امیر مقرر ہوا اسوقت اس کی عمر پچیس سال تھی۔

غرضیکہ حضرت ابو عبیدہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہما نے بھی یزید کے نام کی جو حدیث حضور ﷺ سے سنی تھی وہ بھی انہیں رازہائے سربستہ کا حصہ تھی۔ حضور ﷺ کی طرف سے جن کو خفیہ رکھنے کی ہدایات تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور ﷺ خصوصی طور پر ان دونوں حضرات کو بتانے کی بجائے مجمع عام میں فرماتے۔ دوسرے صحابہ سنتے اور اس کی روایت عام ہوتی مگر کسی اور صحابی سے یہ حدیث مروی نہیں ہے اور نہ ہی یہ حدیث رویانی اور ابو یعلی کے سوا کسی اور محدث نے روایت کی ہے۔ معلوم ہوا کہ یقیناً یہ ارشاد راز کے طور پر فرمایا گیا تھا۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلکہ دوسرے صحابہ تک نہ پہنچ سکا۔ اسلئے ان پر اعتراض کرنا قطعاً بے جا ہے۔

اعتراض دوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح اس شرط پر ہوئی تھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد حکومت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سپرد کی جائے گی مگر انہوں نے اپنے بیٹے کو حکومت

دے کر اس شرط کی خلاف ورزی کی جو ایک صحابی تو کیا ایک عام مسلمان کی شان سے بھی بعید ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صلح نامہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی بجائے امام حسن رضی اللہ عنہ کی شرط تھی لیکن جب امام حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی وفات پا گئے تو یہ شرط ختم ہو گئی۔ اس میں یہ نہیں تھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اگر زندہ نہ رہے تو حکومت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنا ہو گی۔ اگر ایسی شرط ہوتی تو اس کی خلاف ورزی ہوتی مگر یہ شرط نہ تھی لہٰذا خلاف ورزی بھی نہ ہوئی۔ اسلئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر عہد کی خلاف ورزی کا طعن بھی بے جا ہے۔

اعتراض سوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جانشین بنا کر جمہوریت کی خلاف ورزی کی اور ملوکیت کی بنیاد ڈالی جو اسلام میں ناجائز ہے اور بیٹا بھی کیسا فاسق و فاجر اور شرابی قسم کا……

وامرھم شوریٰ بینھم……قرآن کے حکم کے بھی خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیٹے کو جانشین بنانا اسلامی جمہوریت کے ہرگز خلاف نہیں ہاں اسلامی جمہوریت کے خلاف اس وقت ہوگا جب جانشین ہونے والا بیٹا نااہل اور نالائق ہو یا جانشین ہونے والے کے حالات اس بات کا غالب اندیشہ دلا رہے ہوں کہ وہ اسلام کے خلاف کام کرے گا اور مسلمانوں کو اسلام کے علاوہ کسی اور راستے پر ڈالنے یا فتنہ انگیزیاں کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے مقابلہ میں لائق اور اہل آدمی بھی موجود ہوں اس صورت میں بیٹے کو جانشین بنانا جائز نہیں۔

اگر صورتحال اس کے برعکس ہو یعنی جانشین ہونے والا اہل علم اور لائق ہو تو اسے جانشین بنانا جائز ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ یہ مشورہ نہ دیتے کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنائیں کیونکہ ناجائز کام کا مشورہ دینا بھی ناجائز ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو خلیفہ نہ بنایا اس لئے نہیں کہ وہ ان کا بیٹا تھا اور بیٹے کو جانشین بنانا اسلام میں قابل اعتراض بات ہے بلکہ آپ نے یہ عذر پیش کیا کہ

"میرا بیٹا جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے اور خلیفہ کیلئے متحمل اور بردبار ہونا ضروری ہے۔"

پھر ملوکیت کو بھی ایسے ہی بدنام کر دیا گیا ہے حالانکہ اسلام میں ملوکیت کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ بادشاہ عادل کو حدیث میں خدا کا سایہ فرمایا گیا ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔…… **السلطان**

العادل ظل الله فی ارضه (الحدیث)...... کہ عادل بادشاہ روئے زمین پر خدا کا سایہ ہے۔ آجکل کے جمہوری طریقہ سے بننے والے صدر یا وزیر اعظم گذشتہ زمانے کے بادشاہوں سے بھی زیادہ آمر ہیں آجکل دفعہ ۱۴۴ اور ہنگامی حالات کا نفاذ کیا کم آمریت ہے؟ کیا ایسی جمہوریت اسلام کو پسند ہے؟...... لاحول ولا قوة

اور اگر مشورہ کرنا ضروری اور فرائض اسلام میں سے تھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں نامزد کیا تھا...... معلوم ہوا کہ مشاورت فضیلت اور استحسان کی بات ہے، فرض اور واجب نہیں۔

اس کے باوجود یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے یزید کے بارے میں کسی سے مشورہ ہی نہیں لیا تھا، بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ایسے بعض جلیل القدر صحابہ کا مشورہ انہیں حاصل تھا رہا یہ کہ حضرت مغیرہ نے اپنی معزولی سے بچنے کیلئے انہیں یہ غلط مشورہ دیا تھا تو یہ ایک عظیم الشان صحابی پر بہتان اور تاریخ کا افتراء ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں میرے صحابہ عدول ہیں یعنی نیکو کار ہیں...... تو وہ کبھی کسی کو غلط مشورہ نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو خود عہدہ کی گراں بار ذمہ داریوں سے معزولیت چاہتے تھے۔

چنانچہ تاریخ طبری میں ہے آپ نے حضرت امیر معاویہ کو خط لکھا تھا جس میں خطبہ کے بعد معزولیت کی درخواست کی تھی۔ الفاظ یہ ہیں۔

اما بعد فانی کنت قد کبرت سنی ودق عظمی (الی ان قال) فان رایت ان تعزلنی فاعزلنی

(تاریخ طبری، ج ۵، ص: ۳۳۱)

حمد و صلوٰۃ کے بعد گزارش ہے کہ میں سن رسیدہ ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں (اس بارگراں کی برداشت سے) کمزور پڑ گئی ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے معزول فرمادیں۔

یہ مورخین کا حضرت مغیرہ پر بہتان ہے کہ انہوں نے معزولی سے بچنے کیلئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے جانشین کرنے کا مشورہ دیا تھا اس سلسلہ میں جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ سراسر افتراء ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مغیرہ کا یزید کو جانشین بنانے کا مشورہ ایسے ہی مخلصانہ تھا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین بنانے کا مشورہ

مخلصانہ تھا۔

رہا یہ کہ یزید فاسق و فاجر تھا، سو یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ حیات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں یزید سے کوئی فسق و فجور ثابت نہیں۔ اگر کوئی ایسی روایت مل بھی جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو فاسق و فاجر جانتے ہوئے بھی اپنا جانشین کیا تو وہ بھی افترا و بہتان ہوگا۔

یزید فاسق و فاجر ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہوا، جس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو طعن کرنا نہ صرف عقل و دانش بلکہ ایمان کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔

اور مشاورت بھی ایک مستحسن چیز ہے فرائض یا ارکان اسلام سے نہیں کہ اس کے ترک پر انسان فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔

اعتراض چہارم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کر کے لڑائی کو رکوایا تھا نیزوں پر بلند کرنا قرآن کی سوء ادبی ہے اسلیئے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں قرآن کا کوئی احترام نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ...... نیزوں پر قرآن کو بلند کرا کر قرآن کو اونچا ہی کیا گیا خدانخواستہ نیچے تو نہیں کیا گیا تھا کہ قرآن کی بے ادبی ہوتی، دوسری بات یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو حضرت علی کی ہی تقلید کی تھی کیونکہ جنگ جمل میں جنگ رکوانے کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قرآن کو نیزوں پر بلند کرایا تھا۔ اسے محض ایک جنگی چال پر محمول کرنا ان پاکیزہ لوگوں کے حق میں سوء ظن ہے۔

(ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج:۵،ص:۲۰۴)

مگر اس وقت جنگ نہ رک سکی تھی اور اب رک گئی...... اگر یہ بے ادبی ہے تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کیا کہیں گے؟ معلوم ہوا کہ یہ جنگی چال نہ تھی۔

اعتراض پنجم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ ایک جنگی چال تھی انہوں نے تازہ دم ہونے کیلئے قرآن کو آڑ بنا کر جنگ رکوائی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فرماتے ہوئے کہ...... **لیسو باصحاب دین ولا قرآن انا اعرف بھم منکم**...... یہ لوگ نہ دین دار ہیں اور نہ قرآن والے ہیں انہیں

تم سے زیادہ میں پہچانتا ہوں...... اپنے ساتھیوں کو جنگ بند کرنے سے منع کر دیا تھا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں سے واضح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ کی جن جن کتابوں میں یہ یا اسی طرح کی دوسری روایات آئی ہیں ان کا مرکزی راوی ...... ابو مخنف ...... ہے جو کٹر شیعہ اور کذاب تھا۔ اسلئے اس کی ایسی روایات کذب صریح کے سوا کچھ نہیں ذرا محدثین کی سنئے:

امام شمس الدین ذہبی نقاد کبیر ابو مخنف کے بارے میں میزان میں فرماتے ہیں:

لایوثق بہ (میزان الاعتدال، ج ۲، ص: ۳۶۰) کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام ابن حجر العسقلانی لسان المیزان میں فرماتے ہیں،

شیعی محترق صاحب اخبارھم (لسان المیزان ج ۴، ص: ۴۹۲، طبع حیدر آباد دکن)

کہ ابو مخنف جلا بھنا یعنی کٹر شیعہ تھا اور شیعوں کی خبریں جانتا اور روایت کرتا تھا۔

مورخین چونکہ نقاد نہیں ہوتے وہ ہر قسم کے راویوں کی خبریں جمع کرتے ہیں اسلئے ان کی روایات کو جانچ پڑتال کر کے قبول کرنا چاہیے۔ بالخصوص اگر کوئی خبر کتاب وسنت کے خلاف ہو تو اسے جھوٹ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ تاریخ کی کتاب وسنت کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں کہ عقیدے کی بنیاد کتاب وسنت ہے نہ کہ تاریخی واقعات۔

چنانچہ علامہ امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔

وما روی فی السیرۃ لا یقاوم ما فی الصحیح۔

یعنی سیرت و تاریخ حدیث صحیح کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(ج ا، ص: ۶۷، مصری)

جب تاریخ و سیرت کی روایات احادیث صحاح کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تو قرآن و سنت کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تاریخ پر کلی اعتماد کرنا متلاشی حق کی شان نہیں ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح جنگ رکوانا شدت جذبہ اسلامی اور ملت اسلامیہ کے درد کی وجہ سے تھا اس میدان کارزار میں آپ کی صدائے درد جن کلمات پر مشتمل تھی انہیں ملاحظہ فرمائیے:

هذا حكم كتاب الله عزوجل بيننا وبينكم من لثغور الشام بعد اهله من لثغور العراق بعد اهله (تاریخ کامل امام ابن اثیر، ج ۳، ص: ۱۶۱)

یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ فیصلہ ہے اہل شام کے نہ رہنے کے بعد شام کی اور اہل عراق کے نہ رہنے کے بعد عراق کی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ صدائے درد اس وقت فضاؤں میں بلند ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے چالیس ہزار اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج سے بیس ہزار سپاہی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کثیر لکھتے ہیں:

کہ اہل شام کی کل فوج ساٹھ ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔

فقتل منهم عشرون الفا ومن اهل العراق ستون الفا

(البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص: ۲۷۳)

''کہ اہل شام کی ساٹھ ہزار فوج سے بیس ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ بیس ہزار سے ساٹھ ہزار قتل کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔''

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان دردانگیز کلمات کو ایک حقیقت حال قرار دینے کی بجائے جنگی چال پر محمول کرتا ہے ہمارے خیال میں سبائی فکر کی ترجمانی کرتا ہے۔

اعتراض ششم

واقعہ تحکیم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کرایا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساز باز کر کے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بے وقوف بنایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے خلاف توقع اپنی خلافت کا اعلان کرا کر ان سے معاہدہ ثالثی کی خلاف ورزی کرائی اور بہت بڑا دھوکہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مؤرخین کی مہربانی ہے کہ انہوں نے واقعات کی روایت کرنے والوں کو نقد و جرح کے اصولوں پر پرکھے بغیر ان روایات کو لے کر کتب تواریخ میں جمع کر دیا۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ لوگ محدثین تو تھے نہیں اور کوئی تھے بھی تو انہوں نے اس خیال سے کہ یہ محض تاریخ ہے حدیث نہیں ہے اسے نقد و جرح کے اصولوں پر پرکھنا ضروری نہیں سمجھا۔ اور اس خیال سے کہ دروغ برگردن راوی ہر رطب ویابس کو نقل کر ڈالا۔ بلکہ ایک مورخ نے تحقیق کیے

ایک واقعہ کو نقل کر دیا تو دوسرے مؤرخ نے بھی اس کی تقلید میں اس واقعہ کو نقل کرتے اور مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔

ایک بڑے مؤرخ کی زبانی اس حقیقت کا اعتراف ملاحظہ فرمایئے اور امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لو لا ان ابن جریر وغیرہ من الحافظ والائمۃ ذکرہ ماسقتہ و اکثرہ من راویۃ ابی محنف لوط بن یحیی و کان شیعیا و ہو ضعیف الحدیث عن الائمۃ ۔ (البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۲۰۲)

یعنی اگر ابن جریر طبری اور دوسرے آئمہ وحفاظ تاریخ نے یہ روایات اپنی کتابوں میں ذکر نہ کی ہوتیں تو میں اپنی اس کتاب میں ان کا قصہ نہ چلاتا۔ جب کہ اس قسم کی اکثر روایات ابومحنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں، وہ شیعہ تھا اور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

لیکن آج کے دور جہالت میں جب کہ لوگ کتاب وسنت کی طرح تاریخ کو بھی اہمیت دینے اور جزو ایمان بتانے لگے ہیں ضروری ہو گیا ہے کہ عقل وخرد اور جرح ونقد کے اصولوں سے حق و باطل میں امتیاز کیا جائے۔

ہماری تاریخ دشمنان اسلام نے مسخ کر دی

اگر ذرا بھی عقل ودرایت سے کام لیا جائے تو ان روایات کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے اور دشمنان اسلام کے مکروفریب کا پتہ چل جاتا ہے کہ انہوں نے ہماری تاریخ مسخ کر دی ہے ہماری مسخ شدہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے زبانی سنائے حالانکہ عقل ودانش اور اسلام کی سابقہ روایات وضوابط تحکیم کے خلاف ہے۔ اس سے پیشتر جب بھی کہیں ایسے اہم فیصلے ہوئے وہ باقاعدہ ضابطۂ تحریر میں لائے جاتے تھے اور وقت پر پڑھ کر سنائے دیئے جاتے۔ معاہدہ حدیبیہ اور اسی طرح کے دوسرے معاہدے تحریری طور پر ہوتے رہے۔ یہ اس قدر بڑا فیصلہ اور بغیر تحریر کے محض زبانی سنا دیا جائے ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ یہ ایک ایسا اہم فیصلہ تھا جس کیلئے تحریر ضروری تھی کہ فریقین کے ثالث اسے پڑھ کر سناتے اس کے بعد اس پر فریقین کے دستخط ثبت ہوتے تا کہ آئندہ فریقین کو اس کے ایک ایک حرف کی پابندی کرنا

پڑتی اور کسی کی طرف سے خلاف ورزی کا امکان ختم ہو جاتا۔ حالانکہ اگر چند ٹکوں کا لین دین ہو تو اسے بھی قرآن کریم ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۔۔۔ الایۃ

(البقرۃ، آیت ۸۲)

اے ایمان والو جب تم ایک مدت مقررہ تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک لکھے۔

اور امت محمدیہ کے دو عظیم گروہوں کے درمیان فیصلہ ہو رہا ہے اور ایک بڑی جنگ کے بعد ہو رہا ہے، جس میں فریقین کے ۶۰ ہزار آدمی جام شہادت نوش کر چکے ہیں، نہ ثالث اسے تحریر کرتے ہیں اور نہ ہی فریقین سے مطالبہ تحریر ہوتا ہے، ایسا ہر گز نہیں ہوا۔

ہماری گذارش کہ ثالثوں کا فیصلہ محض زبانی نہیں تھا بلکہ لکھا گیا اور پڑھ کر سنایا گیا کی تائید طبری اور محاضرات میں لکھے ہوئے ان الفاظ سے ہوتی ہے، جس کا ترجمہ ہے کہ

''معاہدہ تحکیم کے سلسلہ میں فریقین میں یہ طے پایا تھا کہ ثالث جو فیصلہ سنائیں گے ایک تو وہ زبانی نہ ہو بلکہ تحریری طور پر مرتب ہو اور دوسرے یہ کہ وہ فیصلہ دومۃ الجندل کے مقام پر مقررہ تاریخ پر سنایا جائے۔''

(ملاحظہ ہو طبری، ج ۶، ص: ۲۹/۳۰/۳۲، محاضرات ج ۲، ص: ۲۹)

مگر سبائی فتنہ پردازوں اور مسلم نما تاریخ گویوں نے تاریخ سے ثالثوں کے فیصلہ کا متن ہی حذف کر دیا تاکہ ان کی طرف بے ہودہ اور من گھڑت واقعات منسوب کر کے مسلمانوں کو صحابہ کی عقیدت سے منحرف کرنے کی جو ناپاک کوشش کی جائے اس میں وہ متن حائل نہ ہو سکے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ فیصلہ تحریری تھا اور اس پر ثالثوں کے پھر دونوں طرف کے ثالثوں کے گواہوں کے دستخط لئے گئے تھے اور اس کے بعد فریقین کی موجودگی میں اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ جس پر فریقین کو اس قدر اطمینان ہوا کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کبھی لڑائی نہ ہوئی اور نہ کسی کی طرف سے کوئی اختلاف رونما ہوا۔

وہ فیصلہ کیا تھا...... اور اس کے متن کے الفاظ کیا تھے؟ امام ابوبکر بن عربی...... ''العواصم من القواصم''...... میں تحریر کرتے ہیں کہ اس فیصلے کا متن یہ تھا

(ترجمہ)''خلافت کا معاملہ بڑے بڑے صحابہ پر چھوڑ دیا جائے جن سے رسول اللہ ﷺ آخر دم تک راضی رہے سر دست حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں کا نظم ونسق علیحدہ علیحدہ چلاتے رہیں اور آپس میں امن وسلامتی سے رہیں۔''

اسی فیصلہ پر فریقین راضی ہوگئے اور ثالثوں یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حسن ذہانت اور خداداد بصیرت سے آپس کی جنگ وجدال کا قصہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا۔ ان ثالثوں میں سے نہ تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کم عقل تھے جیسا کہ تاریخ میں ملاوٹ کرنے والے سبائیوں نے کہا ہے اور نہ ہی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دھوکہ باز تھے جیسا کہ جعلی تاریخ سازوں نے ان کو ظاہر کیا ہے۔

اس سے دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی بہتان آتا ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کو ثالث بنانے پر آمادہ ہوگئے جو اس قدر سادہ کم عقل اور بے وقوف تھا کہ فریق مخالف کی سازش کا شکار ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علی میں اتنی سوجھ بوجھ بھی نہ تھی کہ ثالث کو کن صفات کا حامل ہونا چاہئے۔

غرضیکہ...... مسلم نما سبائیوں نے تاریخ کو مسخ کرکے صحابہ کرام کی طرف غلط اور گھناؤنے کردار کی نسبت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تاکہ مسلمان بالخصوص نئی نسلوں کے دلوں میں صحابہ کی عقیدت باقی نہ رہے بلکہ ان کے دل ودماغ میں یہ بات راسخ ہوجائے کہ صحابہ تو بے وقوف کم عقل یا مکار اور فریبی تھے۔ جب معاذ اللہ، لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام کی عظمت کے نقوش باقی نہ رہیں گے بلکہ ان کے نزدیک وہ بے وقوف یا چوٹی کے عیار و مکار ٹھہریں گے تو عوام مسلمانوں اور بالخصوص نئی نسل کا صحابہ کرام کے پہنچائے ہوئے اسلام پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اس سے عوام بالخصوص نئی نسل کو کفر والحاد کی طرف لے جانا آسان ہوجائے گا۔

لہٰذا ہم یقین سے کہتے ہیں کہ...... ثالثوں نے وہی فیصلہ کیا جو امام قاضی ابوبکر عربی کے حوالے سے گزرا۔ اس میں نہ کسی نے دھوکا دیا اور نہ کسی نے دھوکا کھایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں مطعون کرنا قطعاً بے جا ہے۔

اعتراض ہفتم

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم دیا

تھا کہ...... اذا رأیتموہ علی المنبر فاقتلوہ...... کہ جب تم انہیں منبر پر بیٹھا دیکھو قتل کر دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ...... یہ روایات رافضیوں کی من گھڑت ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے اور نگاہ نبوت میں انہیں مقہور و مبغوض ظاہر کرنے کیلئے اختراع کی گئی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں

وھذا الاحادیث لیس لھا اصولٌ ولم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(تاریخ صغیر، ص:۷۰)

یعنی ان روایات کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی کے بارے میں اس طرح کا فرمان ثابت ہے۔

اعتراض

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد کر کے اسے حکم دیا تھا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہر ممکن ظلم و تشدد کر کے ان سے بیعت لے

جواب

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے جانثار صحابی پر بے بنیاد اعتراض ہے ہم جیسا کہ پیشتر عرض کر چکے ہیں اگر اس قسم کی کوئی بات تاریخ کے صفحہ پر موجود ہو تو وہ ہرگز حجت نہیں کسی عام مسلمان پر ظلم و زیادتی کرنا اور اس کا مشورہ دینا گناہ کبیرہ ہے پھر نواسائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس قسم کا مشورہ یا حکم دینا تو انتہائی بدتر گناہ ہے جس کی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا اور تاریخ کے رطب و یابس اور بے سر و پا حوالہ جات پر اس کی بنیاد رکھنا دانشمند اور اصول پسند انسان سے متوقع نہیں۔ تاریخ کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کیلئے محض تاریخی حوالہ کافی نہیں ہے بلکہ اس میں خبر واحد تک کا بھی اعتبار نہیں کہ وہ بھی ظنی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...... اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ...... کہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں...... وَمَا یَتَّبِعُ اَکۡثَرُهُمۡ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا...... کہ ان میں اکثر گمان پر ہی چلتے ہیں، بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا۔ لہٰذا اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ بیہودہ و غلط اعتراض ہے بلکہ اس کے برعکس سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت پڑھیے جو آپ نے یزد کو امام عالی مقام کے حق میں فرمائی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو وصیت

امام ابو اسحٰق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اہلسنت میں سے جلیل القدر امام گزرے ہیں وہ اپنی مشہور تصنیف لطیف نور العین فی مشہد الحسین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت نقل فرماتے ہیں جو آپ نے آخری وقت میں اپنے لڑکے یزید کو فرمائی۔ طوالت کے خوف سے عربی کی بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

> ''حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مدت تک سربراہ مملکت رہے آپ حضور ﷺ کے اہلبیت اور جمیع بنی ہاشم خصوصاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے برادران واہل بیت واقارب کی بہت تعظیم فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ والد سے بھی بڑھ کر شفقت فرماتے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی نیابت سونپ دی اور آپ مدت تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے پھر آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کے اہل بیت واقارب کے ہمراہ دمشق لے گئے اور انہیں اپنا نائب سربراہ مملکت بنادیا ہر طرف امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کا حکم چلتا تھا آپ کی بہت تعظیم وتکریم کی جاتی تھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر شخص کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم کا حکم دیتے امام حسین کے ہر مشورہ اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل فرماتے۔ اور سب سے پہلے آپ ہی کی ہر ضرورت پوری کی جاتی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جہاں بیٹھتے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرسی اپنے ہمراہ رکھواتے۔ آخر آپ بیمار ہوئے اور موت کے آثار نظر آنے لگے تو اس وقت اپنے بیٹے یزید کو بلوایا وہ حاضر ہوا اور سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ...... میرا آخری وقت ہے اور تم میرے جانشین ہو گے مگر میں تجھے رعیت میں عدل وانصاف کی وصیت کرتا ہوں، بڑوں کو باپ اور برابر والوں کو بھائی اور چھوٹوں کو اولاد کی بمنزلہ سمجھنا، خدا اور رسول کی اطاعت کو ہر بات پر مقدم رکھنا اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اعزہ واقارب کا اعزاز واکرام تجھ پر ایسے ہی فرض ہے جیسے میرا۔ اپنی

ہر ضرورت پر امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اعزہ واقارب کی ضرورت کو مقدم رکھنا اور جمیع بنی ہاشم کے ساتھ میری طرح حسن سلوک سے پیش آنا اور جب امام حسین مملکت کی باگ ڈور لینا پسند فرمائیں ان کے حوالے کردینا یہ سلطنت وبادشاہت توانہیں کے ہی لنگر کریم کا حصہ ہے۔ اگر خدا نخواستہ تو نے میری اس وصیت کے خلاف کیا تو روز قیامت میں تجھ سے بری ہوں گا اور ان کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی تجھے نصیب نہ ہوگی۔...... اے یزید! ہم اس مقدس گھرانے کے غلام ہیں کسی حال میں بھی حضرت امام حسین کو ناراض نہ کرنا کیونکہ ان کی ناراضگی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہے اور ان سے بغض وعداوت خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت ہے۔...... یزید سن لے! اگر تو امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اعزہ واقارب کی تعظیم وتکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہوا اور ان کی ناراضگی مول لی تو دنیا وآخرت میں تجھ سے بری ہوں گا اور تیرا حشر مجرمین کے ساتھ ہوگا اور تو سیدھا دوزخ میں جائے گا...... یزید بولا، حضور! میں آپ کی ہدایات پر من وعن عمل کروں گا۔"

(نور العین فی مشہد الحسین، ص ۵/۶، طبع مصر، مطبع مصطفی البابی ۱۳۷۳ھ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یزید میں عیب ونقص دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......**فمعاویۃ معذور فی ما وقع منہ لیزید لانہ لم یثبت عندہ نقص فیہ** ...... (تطہیر الجنان واللسان، ص:۲۵)......یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے ولی عہد بنانے میں معذور تھے کہ انہوں نے یزید میں بہ چشم خود کوئی عیب نہ دیکھا تھا بلکہ یزید کی طرف سے بعض لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور اس کی تعریف کیا کرتے اور یہ خرابی بعد میں پیدا ہوئی اس کی ذمہ داری امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واصل بحق ہو کر راہی آخرت ہوگئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک اور ناخنہائے شریفہ اور چادر مقدس کا ایک قطعہ بطور تبرک اپنے ہمراہ لے گئے۔ مگر یزید کی کمبختی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کی صحبت غیر اور کیفیت مختلف ہوگئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس کی نظریں پھر گئیں تو خدا ومصطفیٰ جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے خود

محروم ہو گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ درحقیقت اس کی نظر عنایت کے ہرگز ہرگز محتاج نہ تھے آپ غیورانہ انداز سے دمشق کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ پھر جو کچھ ہوا وہ آپ کی شہادت اور یزید کی شقاوت پر منتج ہوا۔

امام ابواسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ

وہ جلیل القدر امام ہیں جنہیں محدثین استاذ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ نبراس شرح، شرح عقائد میں ہے......ان الدعا عندہ یستجاب و ھذہ کرامۃ (ص:۴۷۶)......کہ......ان کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ ان کی کرامت ہے......آپ امام کبیر اصولی وفقیہہ بے نظیر تھے۔ بڑے زاہد و عابد بھی، آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہے اسفرائن ایک شہر ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں کلام واصول میں الاستاذ آپ کا ہی عرف ہے۔ امام ابوالحسن اشعری کے شاگرد ہیں۔ روز عاشورہ ۴۱۸ھ نیشاپور میں وفات پائی۔ (نبراس شرح شرح عقائد، ص ۲۲۹)

اعتراض

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ستر جنگیں لڑی ہیں اور ان کی بیعت نہیں کی جبکہ حدیث میں ہے......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا......جو ان سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا، جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا، جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔

جواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں جنگ ضرور ہوئی ہے اور وہ صرف جنگ صفین ہے۔ جنگ جمل میں تو قیادت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی مگر جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت تھی۔ ستر جنگیں نہیں ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کرنے کی بجائے مقابلہ میں آنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی ہے، صرف قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی وجہ سے انہیں طوعاً وکرھاً مقابلہ میں آنا پڑا۔ طلب خلافت کیلئے ہرگز نہیں جیسا کہ بعض نام نہاد مصنفین بلا تحقیق رائے قائم کیے ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی افضل واحق بالامامۃ سمجھتے تھے چنانچہ شرح عقائد شریف میں امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وجہ غالب رہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں اس وقت مصالحت ہوگئی اور محمد بن ابی بکر ام المؤمنین کے بھائی آپ کو واپس مدینہ لے آئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مطالبہ قصاص جاری رکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ساحل فرات پر صفین کے محل میں جنگ ہوگئی یہ جنگ ایک عرصہ تک جاری رہی بعد میں مصالحت ہوگئی۔

الغرض چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ تھا اس بناء پر جنگ ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہ کسی کو بغض تھا نہ عداوت اور حدیث میں جس جنگ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ جنگ قرار دیا وہی جنگ ہے جو کسی شرعی وجہ سے نہ ہو بلکہ بغض و عداوت اور ذاتیات کے طور پر ہو جیسے خارجیوں کو ان سے بغض و عداوت تھی جو کچھ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں اور کچھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہو کر فتنہ گری کر رہے تھے یہی باغی گروہ ہے۔

چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعداء هم الخوارج ونحوهم من اهل الشام لامعاوية و نحوه من الصحابة لانهم متاولون فلهم اجر وله هو وشيعته اجران رضي الله عنهم۔ (الصواعق المحرقہ، ص۱۵۴، طبع مصر)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے دشمن تو اہل شام سے خوارج ایسے لوگ تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان ایسے صحابہ ان کے دشمن نہ تھے کیونکہ انہیں تو دلیل شرعی مجبور کر رہی تھی تو ان کیلئے ایک ثواب تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کیلئے دو ثواب۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ان کی خطا اجتہادی تھی:

اس سلسلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہی حجت کو کافی ہے، ملاحظہ ہو۔

قيل لابن عباس هل لك في امير المؤمنين معاوية فانه ما اوتر الا بواحدة قال اصاب انه فقيه (ج۱، ص:۵۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین معاویہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ تو ایک رکعت سے وتر پڑھتے ہیں فرمایا وہ درست کرتے ہیں کہ وہ مجتہد ہیں۔

فقیہہ کے معنی عارف بالفقہ مع الدلائل کے ہیں جسے دوسرے لفظوں میں مجتہد کہتے ہیں چنانچہ اس کی شرح میں امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں

وانه عارف بالفقه يعني يعرف ابواب الفقه

(عمدۃ القاری، ج ۱۶،ص: ۲۴۸/۲۴۹)

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقہ کے ماہر ہیں یعنی مجتہد ہیں (اور مجتہد پر اعتراض وانکار کرنا درست نہیں)

اعتراض

حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن کو زہر دلوائی اوران کی وفات کی خبر پر مسرت وخوشی کا اظہار کیا۔

جواب

اس کے جواب میں **لعنة الله على الكاذبين** سے بہتر کوئی جملہ نہیں کہا جا سکتا۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں اگر کوئی ایسی بات ہے تو وہ مخالفین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی افترا پردازی کے سوا کچھ نہیں۔

اعتراض

حضرت امیر معاویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ علی کو گالیاں دو مگر انہوں نے ان کا کہا نہ مانا

جواب

یہ غلط ہے کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے گالی دینے کا امر فرمایا ہو، بلکہ صحیح مسلم شریف میں اس طرح ہے۔

امر معاوية بن ابى سفيان سعدا فقال ما منعك ان تسب ابا التراب فقال ـــ الخ (ج:۲،ص:۲۷۸)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امر کیا کہ تم ابوتراب کو برا کیوں نہیں کہتے تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے تین فضائل مانع ہیں۔۔۔۔۔۔الخ

یہاں امر کا لفظ ما استفہامیہ کے ساتھ ہے جس کے معنی دریافت کرنے کے ہیں۔ چنانچہ امام

نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فقول معاوية هذا ليس فيه تصريح بانه امر سعدا بسبه وانما ساله عن السبب المانع له من السب كانه يقول هل امتنعت منه تورعا او خوفا او غير ذلك فان كان تورعا واجلالاله عن السب فانت مُصيب و محسن و انكان غير ذالك فله جواب آخر و لعل سعد اكان فى طائفة يسبون فلم يسب معهم۔ (شرح نووی ج ۲، ص: ۲۷۸)

تو حضرت معاویہ کا یہ کہنا بات کی تصریح نہیں کہ انہوں نے سعد کو سب وشتم کرنے کا امر کیا ہو بات تو یہ ہے کہ انہوں نے ان سے وہ سبب دریافت کیا جو مانع عن السب تھا گویا وہ کہنا چاہتے تھے کہ تم اگر تورع وتقویٰ اور شان علی کی بنا پر انہیں برا نہیں کہتے تو تم درست کرتے ہو اگر کوئی اور مانع ہے تو اس کا جواب اور ہوگا اور شاید سعد ایسے گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت علی کی شان میں نازیبا باتیں کرتا تو سعد ان کا ساتھ نہ دیتے (امام نووی نے مزید توجیہات بھی فرمائی ہیں)

اعتراض

حضرت امیر معاویہ فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور ان کا ایمان کمزور تھا کیونکہ وہ موکلفۃ القلوب میں شمار کئے جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مالی امداد دیتے تا کہ وہ اسلام سے نہ پھر جائیں۔

جواب

صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے موقع پر فتح مکہ سے پیشتر داخل اسلام ہو چکے تھے مگر آپ نے اسلام کو اپنے ماں باپ سے مخفی رکھا اور فتح مکہ کے روز ظاہر کیا۔ لہٰذا اس عمرہ کے موقع پر کہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے ایک سال بعد اور فتح مکہ سے ایک سال قبل ادا کیا آپ مسلمان تھے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام احمد نے امام زین العابدین بن امام حسین کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس عمرہ میں مروہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زلفیں میں نے تراشی تھیں......کمافی التطہیر لابن حجر المکی...... جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے بھی فتح مکہ

تک اپنے اسلام کو پردہ خفا میں رکھا اور یہ عذر کی بنا پر تھا۔ اور رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مالی امداد دینا ان کے مؤلفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بحرین کے غنائم سے اتنا مالی امداد دینا کہ جسے وہ تنہا اٹھا بھی نہ سکتے تھے ان کے مؤلفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

اعتراض

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کیلئے حکومت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ظالم حکومت ہوگی جیسا کہ حدیث مدۃ خلافت میں وارد ہے۔ لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا ظالم ہونا لازم آتا ہے۔

جواب

بنی امیہ کی حکومت کو ظالم فرمانا تغلیبی طور پر ہے، کلی طور پر نہیں کہ منطقی لحاظ سے قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے کلیہ کے نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی حکومت بھی تو بنی امیہ کی حکومت سے تھی اسے کون ظالم حکومت کہے گا؟ نیز حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کی حکومت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔ تو اگر وہ ظالم حکومت تھی تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کے حق میں دعا فرمائی؟...... نیز ایک حدیث میں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کیلئے رحمت کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو...... چنانچہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اول هذا الامر نبوة و رحمة ثم يكون خلافة و رحمة ثم يكون ملكا و رحمة ...... الخ

(تطہیر الجنان ص ۱۶)

یعنی اس دین کا آغاز نبوت ورحمت ہے پھر خلافت (راشدہ) ورحمت ہے، پھر بادشاہت ورحمت ہوگی۔...... الخ

یہ ملک ورحمت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت کو فرمایا گیا ہے لہٰذا...... معلوم ہوا کہ معترض کی مروی حدیث کا حکم دور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز شامل نہیں ہے۔

اعتراض و جواب

حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ کو کئی بار بلوایا وہ کھانا کھاتے رہے آپ نے بددعا دی کہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے۔

جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بتقاضائے بشریت اور بھی کئی حضرات صحابہ کو ایسے سخت لفظ کہے اور بددعا فرمائی...... مثلاً ثکلتك امك، ویحك، تربت یداك، اور علی رغم فلان...... یا...... رغم انفك...... جس سے مقصد بددعا نہیں بلکہ اظہار تلخی محبوبانہ ہے یہ بھی بارگاہ اقدس سے درحقیقت رحمت و برکت کا تحفہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ میں بتقاضائے بشریت جس امتی کے بارے میں کوئی سخت لفظ کہہ دوں یا بد دعا فرماؤں اسے اس کے حق میں رحمت سے بدل دینا...... ملاحظہ ہو حدیث صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۲۳ لہٰذا یہ سخت الفاظ حضرت کی دعا سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں باعث رحمت و مغفرت ہوں گے۔

اعتراض

حضرت عمار بن یاسر کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور اسے حضرت امیر معاویہ کے گروہ نے قتل کیا۔

جواب

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس باغی گروہ سے خارجیوں کا گروہ مراد ہے اس قسم کے لوگ دونوں طرف سے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں شک نہیں کہ خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں تھے مگر وہ ایک شرعی شبہ کی وجہ سے مقابلے میں تھے اور یہ مقابلہ احتجاجاً تھا نہ کہ عناداً جبکہ آپ کے گروہ کے بعض لوگ یعنی خارجی احتجاجاً نہیں عناداً لڑ رہے تھے جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی تھے اور جو صحابہ اس اشتباہ کی وجہ سے آپ کا ساتھ دے رہے تھے جیسے حضرت زبیر و طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے وہ بھی قطعاً جنتی تھے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے یوں بھی فرمایا تھا کہ تدعو هم الی الجنة ویدعونك الی النار...... کہ تم انہیں جنت کی طرف اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہوں گے...... حضرت طلحہ و زبیر بھی تو حضرت امیر معاویہ کی طرف تھے جو قطعاً جنتی تھے اور اسی باغی گروہ کی طرف سے تھے۔ تو جنتی

دوزخ کی دعوت کیسے دے سکتا ہے، دوزخی ہی دوزخ کی دعوت دے سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس گروہ میں سے جو دوزخی لوگ تھے وہی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے جو صحیح معنوں میں باغی تھے اور وہ خارجی تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو مجتہد اور معذور ہونے کی وجہ سے ایک ثواب کے مستحق تھے اور وہ بھی جو ان کے ہمراہ اشتباہ کی بنا پر لڑ رہے تھے۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے بعض لوگ دوزخی تھے اور وہ خارجی تھے چنانچہ مستدرک شریف میں ہے کہ ابن جرموز جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں تھا اور آپ کی حمایت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہی زبیر بن عوام کا سر کاٹ لایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں زبیر کا سر پیش کیا مگر آپ نے رضا و خوشنودی کا اظہار کرنے کی بجائے اس سے فرمایا تو دوزخی ہے رسول اللہ ﷺ کے حواری زبیر کا سر قلم کیا ہے...... (ملاحظہ ہو مستدرک ج ۳، ص ۳۶۷)

اگرچہ صورۃً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر چونکہ ان کی نیت صحیح تھی اور دلیل شرعی رکھتے تھے اسلئے وہ باغی بالخیر قرار پائیں گے اور قاتل عمار بن یاسر جو خارجی تھے اور نیت صحیح نہ رکھتے تھے تو باغی بالشر قرار پائیں گے اور ایسے لوگ ہی داعی نار ہو سکتے ہیں جیسے حدیث میں باغی خیر و باغی شر ارشاد ہوا ہے۔

اعتراض

حضرت امیر معاویہ کی خطا کو بعض علماء اہلسنّت خطاء اجتہادی نہیں خطاء منکر قرار دیا ہے اور خطاء منکر کا مرتکب فاسق ہے۔

جواب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے گروہ کے ایک فرد عظیم کی شہادت ہے جو اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے رہے تھے۔ صحابہ کرام انبیاء نہ تھے اور نہ ہی فرشتے کہ معصوم ہوں ان میں سے کچھ حضرات سے لغزشیں ہوئیں اور بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کر کے اپنی رضا کا اعلان اور ان سے جنت کا وعدہ فرما لیا...... **وکلا وعد اللہ الحسنیٰ**......

خطا اجتہادی کی قسمیں

خطا کی دو قسمیں ہیں ا۔ خطا عنادی: یہ مجتہد کی شان نہیں ۲۔ خطا اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور عند اللہ اس سے کوئی مواخذہ نہیں۔ پھر خطا اجتہادی کی دو قسم ہے......ا۔ خطائے اجتہادی مقرر کہ اس کے مرتکب کا دنیا میں بھی مواخذہ نہیں۔ یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ برپا نہ ہو جیسے ہمارے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا خطا اجتہادی مقرر ہے۔......۲۔ خطائے اجتہادی منکر: یہ وہ خطا ہے جس کے مرتکب کا دنیا میں مؤاخذہ ہوگا اور اسے پنپنے نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں فتنہ اٹھتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف اسی قسم کی خطا کہلاتا ہے یعنی خطاء اجتہادی منکر اسلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا مواخذہ کرتے اور اس خطاء کے ارتکاب سے جنگ تک کے ذریعے سے انہیں باز رکھنے کی کوشش فرماتے۔ کما قال حکیم الامة سیدی ابو العلا محمد امجد علی الاعظمی الرضوی فی کتابه الشریف الموسوم ببهار شریعت المجلد الاول......امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اول ملوک اسلام ہیں تورات مقدس میں اسی طرف اشارہ ہے...... مولده بمكة و مهاجره بطيبة و ملكه بالشام......(دارمی شریف ص۴) کہ نبی آخر الزمان مکہ میں پیدا ہوں گے، مدینہ کو ہجرت کریں گے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قرار پاتی ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے عین میدان میں اپنی جاں نثار بہادر فوج کے ہمراہ ارادۃً و اختیاراً ہتھیار رکھ دیے اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دی اور مع امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس صلح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی دی اور اسے امام حسن رضی اللہ عنہ کے محامد میں سے شمار کیا تھا...... ان ابنی هذا سيد و لعل الله ان يصلح به فئتين عظيمتين من المسلمين (بخاری ج ۱، ص ۵۳۰) میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔......تو امیر معاویہ پر فسق کا طعن کرنے والا درحقیقت امام حسن پر طعن کرتا ہے کہ انہوں نے ایک فاسق کو خلافت اسلامیہ سپرد کر دی بلکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے کہ انہوں نے اسے امام حسن کے محامد میں شمار فرمایا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ پر طعن ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشین گوئی القاء فرمائی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) غرضیکہ اجتہادی خطامین فسق کا فتویٰ بجائے خود فسق ہے۔

فسق سے برأت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس خطائے اجتہادی منکر پر فاسق قرار دینے والا یا تو رافضی ہے یا کم بخت خارجی جو سنیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ ذات اقدس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سراپا عدل و خیر ہیں اور فسق کی نسبت سے پاک۔ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمخطی فی الاجتهاد لا یضلل ولا یفسق علی ماعلیه الاعتماد۔

کہ اجتہادی خطاء کے مرتکب کی بنا پر مذہب معتمد تضلیل و تفسیق نہ کی جائے گی۔ (شرح فقہ اکبر، طبع مصر، ص:٦٥)

اعتراض

فاسق نہیں تو کم از کم باغی کہہ سکتے ہیں...... کہ ان کے گروہ پر باغی کا اطلاق آیا ہے۔

جواب

گروہ پر حکم لگانے سے قائد گروہ پر حکم لازم نہیں آتا کیونکہ گروہ میں تو مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں جیسے یزید قسطنطنیہ کی جنگ کے گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ مگر خود مغفور لھم کے حکم سے خارج تھا۔ جیسا کہ عنقریب ہم مدلل عرض کریں گے۔ یوں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں عناداً لڑنے والے قاتلین عمار خارجیوں پر فئہ باغیہ کے اطلاق سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کا اطلاق ضروری نہیں۔ اطلاق، اطلاق میں فرق ہوتا ہے۔ جن علماء نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کے لفظ کا اطلاق کیا ہے وہ صورت شرعیہ کے طور پر ہے جبکہ اب اس لفظ کا اطلاق صورت شرعیہ سے ہٹ کر ایک غلط اور فاسد معنوں میں معروف ہو چکا ہے اسلئے اب ان پر اس کا اطلاق سوء ادبی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں جنگ بدر کے صحابہ پر **وانتم اذلہ** (ذلیل) کا اطلاق اپنے لغوی مفہوم پر ہوا ہے اب ہمارے عرف میں ذلیل کا لفظ قبیح مفہوم رکھتا ہے اسلئے اس کا اطلاق کسی شریف پر جائز نہیں۔ چنانچہ امام اہلسنت حکیم الامۃ مولانا مفتی ابو العلا محمد امجد علی اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مبارک شریعت کی بہار موسوم بہ نام بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

عرف شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلۂ امام برحق کو کہتے ہیں عناداً ہو یا

اجتہاداً ان حضرات (رجوع کرنے والوں) پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا گروہ امیر معاویہ پر حسب اصطلاح شرع اطلاق فئہ باغیہ آتا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد و معاند و سرکش ہوگیا ہے اور دشنام (گالی) سمجھا جاتا ہے اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ج ۱، ۶۲/۶۱)

امام بدر الملۃ والدین کی تنبیہ

امام بدر الملۃ والدین ابو محمد محمود بن احمد المعروف امام عینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۵ھ شارح بخاری کی تنبیہ بھی ملاحظہ فرمایئے:

والحق الذی علیه اهل السنة الامساك عما شجر بین الصحابة و حسن الظن بهم والتاویل لهم و انهم مجتهدون متاولون لم یقصد وامعصیة ولا محض الدنیا فمنهم المخطی فی اجتهاده والمصیب و قد رفع الله الحرج عن المجتهد المخطی فی الفروع و ضعف اجر المصیب

(عمدۃ القاری شرح بخاری، ج ۱، ص: ۲۱۲)

اور وہ حق جس پر اہلسنت ہیں صحابہ کے آپس کے جھگڑوں میں زبان روکنا ہے ان کے بارے میں حسن ظن اور ان کیلئے تاویل کرنا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ مجتہد تھے ان کے پاس دلائل شرعیہ تھے انہوں نے معصیت اور دنیا کا قصد نہیں کیا تھا کچھ ان میں سے اجتہاد میں خطاء والے ہیں اور کچھ حق پر ہیں اور فروعات میں اللہ تعالیٰ نے خطا کرنے والے مجتہد سے تنگی اٹھالی (بلکہ ایک ثواب بھی دیا) ہے اور حق پانے والے کے ثواب کو دوگنا کردیا۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

اس سلسلے میں مخالفین زیادہ تر مواد تاریخ طبری سے لیتے ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ طبری میں

ہر طرح کی رطب و یابس باتیں جمع کر دی ہیں مخالفین کیلئے اتنا کافی ہے کہ خود طبری کو اپنی ان روایات پر بھروسہ نہ تھا انہوں نے سند کے ساتھ ہر واقع کو نقل کیا سند کے راویوں کی چھان بین کر کے ہر واقع کی حیثیت متعین کی جا سکتی ہے۔ اس کے باوجود امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے رائے قائم کی ہے وہ جمہور اہلسنّت سے بھی سخت ہے۔ جمہور اہلسنّت تو دونوں فریقین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطا پر تصور کرتے ہیں مگر امام طبری یہ فیصلہ بھی نہیں کر پائے کہ ان میں سے کون حق پر تھا اور کون خطاء پر۔ چنانچہ امام عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں: وتوقف الطبری وغیرہ فی تعیین المحق منهم ......(ج ۱، ص ۲۱۲)...... یعنی امام طبری وغیرہ نے اس بات میں خاموشی اختیار کی ہے کہ ان حضرات میں کون حق پر تھا۔ جو حضرات محض تاریخ طبری کے رطب و یابس واقعات پر حضرت امیر معاویہ پر جرح و طعن کرتے ہیں وہ یہاں سے عبرت حاصل فرمائیں۔ کہ خود صاحب تاریخ بھی سب کچھ لکھنے کے بعد خاموشی میں بہتری دیکھتا ہے تو دوسروں کو کہاں مناسب ہے کہ وہ اس کی تاریخ کو دلیل بنا کر زبان طعن دراز کریں۔

فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ پر عام اور مشہور اعتراضات کسی حد تک ذکر کر کے جوابات پیش کر دیئے ہیں امید ہے کہ اس قدر کافی ثابت ہوگا اگر ضرورت ہوئی تو دوسرے ایڈیشن میں انشاء اللہ مزید عرض کریں گے۔ اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک فقیہ کی حیثیت سے

حدیث 1

بخاری شریف کی وہی حدیث صحیح ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اس میں سب سے بڑا اعزاز صحابیت کا اعزاز ہے چنانچہ فرماتے ہیں...... **انه صحب رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم ...... یعنی حضرت امیر معاویہ کے بارے میں زبانِ انکار نہ کھولو کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ کریمہ کے فیضیاب ہیں۔ یہ وہ اعزاز و اکرام ہے کہ جہاں بھر کی دولت اس پر نثار کی جا سکتی ہے ایک مسلمان کیلئے ان کی شان و عظمت میں اتنی سی بات بہت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہی سب سے بڑی منقبت اور یہی سب سے بڑی عظمت ہے جو انہیں حاصل ہے۔

حدیث ۲

یہ بھی منقبت حضرت امیر معاویہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے **انهٗ فقیه** کہ حضرت معاویہ تو فقیہ ہیں۔ رواہ البخاری فی مناقب معاویۃ حضرت ابن عباس کہ اجلہ اہلبیت اور اتباع حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں جو حضرت امیر معاویہ کے فقیہ ہونے کی شہادت دے رہے ہیں اور فقیہ علی الاطلاق جلیل تر مرتبہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی فقہ کی دعا فرمائی...... اللھم فقھہ فی الدین ...... اور حدیث صحیح میں ہے...... **من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین** ...... کہ جس بندے سے خدا بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقاہت عطا کرتا ہے۔ یعنی اسے فقیہ بنا دیتا ہے۔ جب ان کا فقیہ ہونا ثابت ہو تو معلوم ہوا کہ امت کا اجماع ہے کہ صحابہ اور سلف صالحین اور ان کے بعد قرون میں فقیہ مجتہد مطلق کو کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

فقد اجتمعت الامة اهل الاصول والفروع على ان الفقيه فی عرف الصحابة والسلف الصالح و قرون آخرین بعد

هم هوالمجتهد المطلق و انه يحب عليه ان يعمل باجتهاد نفسه ولا يجوزله ان يقلد غيره في حكم من الاحكام

یعنی امت کے اہل اصول وفروع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ اور سلف صالح اوران کے بعد کے قرون میں فقیہ مجتہد مطلق کو کہتے ہیں اور یہ کہ اس پر اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ضروری ہے اسے احکام میں سے کسی حکم میں دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں۔

(تطہیر الجنان امام ابن حجر ،ص:۲۱)

صحیح بخاری میں ترجمان القرآن کی زبان درفشاں سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا فقیہہ ہونا ثابت پھر فقیہہ مطلق ہوا اور مجتہد مطلق پر دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اگر چہ اجتہاد میں خطاء کا مرتکب ہو۔لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مطلق ہونے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقلید نہیں کرسکتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے حکومت کی دعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے حکومت کی دعا فرمائی تھی چنانچہ امام بزار وامام احمد بن حنبل وامام طبرانی وابن سعد وامام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ اپنی اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی۔

اللهم علمه الكتاب و الحساب و مكن له في البلاد و قه سوء العذاب۔

خداوندا، امیر معاویہ کو قرآن اور حساب کی تعلیم دے اور اسے زمین کی بادشاہی عطا فرما اور اسے سوء عذاب سے بچا۔

(تطہیر الجنان ص:۱۲......شرح شفاء للقاری ج ا ص:۲۶۰)

امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... ودعا المعاويه بالتمكين فنال الخلافة...... (شفا شریف ج ا،۲۱۵) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کیلئے سلطنت کی دعا فرمائی تو وہ خلیفہ ہو گئے۔......اسی میں آگے فرماتے ہیں......واخبر بملك بنى امية وولاية معاوية ووصاه ......(ج ا ص:۲۲۳) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوامیہ کی بادشاہت اور معاویہ کی حکومت کی

پیشگوئی دی اور اسے وصیت فرمائی۔

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں: صار خلیفة و سلطانا مالکا للبلاد بدعائه ﷺ (نسیم الریاض، ج ۳، ص ۱۲۶)......یعنی امیر معاویہ ﷺ حضور ﷺ کی دعا سے ہی خلیفہ و بادشاہ اور مالک بلاد ہوئے۔

دعائے حضور ﷺ...... معاویہ پر کوئی غالب نہ آئے گا:

حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ ﷺ کے حق میں دعا فرمائی کہ وہ ہرگز مغلوب نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت محدث اعظم محقق اعلم ملا علی قاری ﷺ شرح شفاء میں حدیث نقل فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لن یغلب معاویة "وقد بلغ علیا هذه الروایة فقال لو علمت لما حاربته

''معاویہ ہرگز مغلوب نہ ہوگا'' اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث پہنچی تو فرمایا اگر یہ حدیث پہلے میرے علم میں آجاتی تو میں معاویہ سے نہ لڑتا۔

(شرح شفاء، ج ۱، ص: ۶۶۰)

ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں اس حدیث کا پس منظر یوں بتایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ ﷺ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک یہودی پہلوان آیا اور حضور ﷺ سے کہنے لگا میرے ساتھ کشتی کیجیے، قبل ازیں کہ حضور ﷺ اسے کوئی جواب دیتے حضرت معاویہ فوراً بولے کے اے یہودی میں حضور ﷺ کا غلام ہوں میری موجودگی میں تجھے حضور ﷺ سے کشتی کرنے کی اجازت نہیں پہلے میرے ساتھ کشتی کر واگر میں مغلوب ہوگیا تو پھر میرے آقا ﷺ کو کشتی کا چیلنج کرنا۔ یہودی نے بات مان لی اور کشتی شروع ہوگئی، حضرت امیر معاویہ نے ایک ہی داؤ سے اسے زمین پر پٹخ دیا اور اسے زبردست شکست دی، حضور ﷺ نے خوش ہو کر حضرت معاویہ سے فرمایا..... اے معاویہ! اب کے بعد کوئی طاقت تجھے زیر نہ کر سکے گی۔

کاتب وحی

آپ کے فضائل سے عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کاتب وحی ہیں چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں

ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کتابت کے فرائض سرانجام دیا کرتے۔ (التطہیر ص ۱۰) امام ابونعیم فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین سے حسین الکتابتہ فصیح وحلیم اور صاحب وقار تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی خطوط لکھتے تھے نہ کہ وحی۔ یہ صحیح نہیں بلکہ آپ وحی اور خطوط دونوں کے کاتب تھے۔ چنانچہ...... امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں...... من وحی وغیرہ...... (تطہیر الجنان ص ۱۰)

خال المومنین

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز اور امیر معاویہ میں سے کون افضل ہے؟ امام معافی بن عمران شدید ناراض ہوئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کسی غیر کو مت قیاس کریں۔ معاویہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور سالے (مسلمانوں کے ماموں) اور آپ کے کاتب اور خدا کی وحی کے امین ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار

حضرت امام زاہد وعارف عبداللہ بن مبارک شاگرد رشید امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ عمر بن عبدالعزیز اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس گھوڑے پر حضرت امیر معاویہ سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے اس کے ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار ہا افضل ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی، شیر خدا کا پیغام

معتبر سند سے مروی ہے کہ حضرت عوف بن مالک اریحاء کی مسجد میں دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے پھر بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی طرف ایک شیر آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھایا، شیر بولا ٹھہریے، میں ایک پیغام ہوں (گویا شیر کی شکل میں فرشتہ تھا) آپ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے بھیجا اس نے کہا مجھے آپ کی طرف اللہ نے بھیجا ہے کہ آپ حضرت معاویہ کو یہ پیغام دیں کہ وہ جنتی ہیں...... میں نے پوچھا کون سے معاویہ کو؟ کہا ابن ابی سفیان...... اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔ (تطہیر الجنان، ص:۱۲)

بردبار وسخی:

امام حافظ حارث ابن اسامہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ ﷜ کے بارے میں فرمایا:

ومعاویہ بن ابی سفیان حلم امتی و اجودھا

کہ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہیں۔ (تطہیر الجنان، ص:۱۲)

رازدار پیغمبر ﷺ

امام محب الدین طبری ﷫ اپنی مشہور کتاب ریاض النضرۃ میں حدیث روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عشرہ مبشرہ صحابہ کی تعریفیں فرمائی پھر فرمایا:

وصاحب سری معاویتبن ابی سفیان فمن احبھم فقد نجاومن ابغضھم فقد ھلك

کہ میرے رازدار معاویہ بن ابی سفیان ہیں، تو جس نے ان سے محبت کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے بغض رکھا ہلاک ہو گیا۔ (التطہیر، ص:۱۳)

ہادی ومہدی

امام ترمذی ﷫ نے حدیث روایت فرمائی کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ ﷜ کے حق میں دعا فرمائی

اللھم اجعلہ ھادیا و مھدیا و اھدبہ الناس

کہ اے اللہ! معاویہ ہادی ومہدی اور اسکو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔

حرف آخر

ان گیارہ روایتوں پر اکتفا کرتے ہوئے کتاب ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو طالبین ہدایت اس سے فائدہ اٹھائیں گے اوران کے اوہام کا ازالہ ہوگا۔ جو حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں کہیں قابل اصلاح بات پائیں تو اس خادم کو مطلع فرما کر دعا و اجر حاصل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبول کو پہنچا کر اس سراپا معصیت کے گناہوں کا کفارہ فرمائے اور علم وعمل صالح میں ترقی دے۔ مسلک اہلسنت کی تبلیغ کی مزید توفیق بخشے اور روز قیامت سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن مقدس سے وابستہ لوگوں میں اٹھائے۔

آمین

وھذا الدعاء لابوی ولا ولادی ولا ساتذتی ومشائخی ولاجبائی۔ آمین

فقط

محمد الشہیر بہ غلام سرور قادری

ایم اے اسلامک لاء

متخصص فقہ وقانون اسلامی

فضائل ومناقب اہل بیت رضی اللہ عنہم

انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البیت ویطهر كم تطهیرا (القرآن)

اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اہل بیت کی قسمیں

اہل بیت کی تین قسمیں ہیں......۱۔اہل بیت سکنی اور وہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں جو سکونت وگھر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے آپ کے اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی، لہٰذا نص قرآن کی رو سے ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا اظہر من الشمس ہوا۔

سوال

ازواج مطہرات اہل بیت نہیں کیونکہ وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوتیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت تطہیر سے قبل ان کیلئے مؤنث کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جبکہ آیت تطہیر میں عنکم اور یطہر کم کی ضمیریں مذکر کیلئے ہیں پھر حضور ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد حضرت علی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا **ھؤلاء اھل بیتی** کہ میرے اہل بیت یہی ہیں۔

جواب

ازواج مطہرات یقیناً اہل بیت ہیں اور وہ آیت تطہیر کا مصداق اولین ہیں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کرنا تشیع اور جہالت ہے۔ رہی عنکم اور یطہر کم کی جمع مذکر کی ضمیر تو وہ لفظ اہل کی وجہ سے ہے محاورۂ عرب میں اہل کے لفظ کیلئے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال ہوتی ہیں اگرچہ اس کی مصداق عورتیں ہوں۔ چنانچہ قرآن مجید کی ایک جگہ یہ حقیقت قابل مشاہدہ ہے ہم ان شواہد قرآنیہ میں سے صرف ایک شاہد پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اذقال لاھلہ امکثوا انی آنست نارًا لعلّی اٰتیکم منہا بقبس (طٰہٰ)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لئے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں۔

لہٰذا حسب محاورہ عرب یہاں بھی ازواج مطہرات کیلئے لفظ اہل کے اعتبار سے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے علاوہ ازیں اس آیت کا مابعد بھی ازواج مطہرات کے حق میں ہے لہٰذا بہر صورت آیت تطہیر کی اولین مصداق ازواج مطہرات ہیں اور حضور کا حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں **ھؤلاء اھل بیتی** میں کوئی حصری معنیٰ نہیں۔ یعنی اس کا ترجمہ "میرے اہل بیت یہی ہیں" غلط ہے بلکہ ترجمہ ہے "یہ میرے اہل بیت ہیں" اس سے ازواج مطہرات کے اہلبیت ہونے کی نفی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ چونکہ ظاہر نص ان چار حضرات کو شامل نہ تھی تو حضور اکرم ﷺ کی رحمت وافرہ نے ان چار نفوس قدسیہ کو بھی نعمت تطہیر میں شامل فرما دیا۔

غرضیکہ قرآن و حدیث اور بزرگان سلف کے اقوال کو جمع کرنے کے بعد یہی صحیح و مسلم قرار پاتا ہے کہ ازواج مطہرات و حضرات چہار نفوس قدسیہ وغیرہم من اولادہ وافادیہ سب اہلبیت ہیں۔ یہی امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو امام ابن عساکر و ابن ابی حاتم عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا:

نزلت انما یرید اللہ الخ فی النسآء النبی ﷺ خاصۃ

(روح المعانی، ج ۲۲، ص ۱۲)

کہ آیت **انما یرید اللّٰہ** تا آخر خاص کر حضور ﷺ کے ازواج مطہرات کے بارے میں اتری۔

لفظ خاصۃ (خاص کر) ملحوظ خاطر رہے

اسی طرح امام ابن مردویہ نے حضرت ابن جبیر کے طریق سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی۔ کہ یہ آیت حضور ﷺ کے ازواج مطہرات کے بارے میں اتری، اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے امام ابن مردویہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

انما ھو نساء النبی ﷺ (تفسیر روح المعانی، ج ۲۲ ص: ۱۳)

کہ آیت تطہیر کی مراد حضور ﷺ کے ازواج مطہرات ہی ہیں

اس میں لفظ انما جو مفید حصر ہے ملحوظ رہے

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

كان عكرمة ينادى فى السوق انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيرا قال نزلت فى نساء النبى صلی اللہ علیہ وسلم

کہ حضرت عکرمہ بازار میں منادی فرماتے تھے کہ آیت تطہیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن جریر ج ۲۲، ص: ۷)

۲۔ اہل بیت کا دوسری قسم نسبی ہے یعنی جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق ہے جیسے حضرت علی و فاطمہ و حسنین کریمین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیاں رضی اللہ عنہم۔

۳۔ اہل بیت کا تیسرا قسم سببی یا حکمی ہے اور یہ وہی حضرات ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عنایات وافرہ سے اہل بیت میں داخل فرمایا جیسے حضرت واثلہ بن اسقع و حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہما ہیں۔

بہر صورت ازواج مطہرات حضور کے اہل بیت ہیں۔ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں "انك على خير" کے معنی ہیں تو بھلائی پر ہے۔ (یعنی میرے اہل بیت سے ہے)

اس کا یہ مطلب لینا کہ تو اہل بیت نہیں ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ ایک اور روایت میں میں اس طرح واضح ہے، حضرت ام سلمہ نے عرض کی:

الست من اهلك قال بلىٰ و انهٗ ادخلها الكساء

(الصواعق ص ۱۴۴)

کہ حضور کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہوں فرمایا کیوں نہیں اور اسے بھی چادر مبارک میں داخل کرلیا۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق محرقہ میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ہمراہ دوسری صاحبزادیوں، اقارب اور مزید برکات کے حصول کیلئے ازواج مطہرات کو بھی چادر تطہیر میں داخل کرلیا۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سیف مسلول میں فرماتے ہیں خلافت جب بادشاہت میں بدلنے لگی تو امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے

حق میں دستبردار ہو گئے پھر اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت باطنیہ عطا فرمائی کہ غوثیت کبریٰ اہلبیت کے ساتھ ہی مختص کر دی گئی سیف مسلول اور مجدد اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ مبارک میں ہے کہ

غوثیت کبریٰ کے مالک اہل بیت ہیں

غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروق اعظم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو اور امامین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے پھر امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ تک یہ سب حضرات مستقل ہوئے امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے اور ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مستقل غوث۔ حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے پھر امام مہدی کو غوثیت کبریٰ عطا ہو گی۔ (الملفوظ ج ۱، ص ۱۲۹/۱۳۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ہدایت کے ستارے اور میرے اہل بیت کشتی نجات ہیں گویا کشتی نجات پر بیٹھ کر ستاروں سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے بحر تاریکی میں آخرت کا سفر کرنے والا ساحل مراد کو ضرور پہنچ کر رہے گا ستاروں یا کشتی دونوں سے یا کسی بھی ایک سے بے نیازی برتنے والا ساحل مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور، نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حدیث شریف میں ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے (اور ان کے حکم پر چلتے) رہے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب اس میں ہدایت اور نور ہے دوسری میری عترت...... وفی روایۃ مطان عترتی سنتی لما ان العترۃ تلزم السنۃ

آیت مباہلہ کے نزول پر حضور ﷺ ان چاروں کو اپنے ہمراہ لے گئے، مخالفین کو ہمت نہ پڑی ورنہ حضرات اہل بیت کی دعا سے مخالفین کا خاتمہ ہو جاتا، حضور ﷺ کی بقیہ صاحبزادیاں شریک مباہلہ نہ ہوئیں کہ وہ پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں۔

اہل بیت کے ساتھ محبت وعقیدت فرائض ایمان ہے چنانچہ آیت **المودة فی القربیٰ** کا تقاضا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفا کم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ
آل النبی ذریعتی وھم الیہ و سیلتی ارجو بھم اعطیٰ غدا بالیمین صحیفی

کہ اے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے اسے اللہ نے قرآن میں اتارا اور تمہیں عظمت مرتبہ کو اتنا کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آل اطہار میرے لئے ذریعہ نجات ہے اور آل اطہار حضور ﷺ تک رسائی کا میرے لئے وسیلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آل پاک کے صدقے میں قیامت کے دن مجھے میرا عمل نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ روز قیامت جب اہل بیت کا سوال ہوا (جس طرح کہ جب صحابہ کا) خارجیوں اور ناصبوں کا جو (اہل بیت سے قطع نظر) صحابہ سے محبت کا دعویٰ ہے وہ ایسے ہی جھوٹا ہے جیسے شیعوں کا (صحابہ سے قطع نظر) اہل بیت سے محبت کا دعویٰ ہے صحابہ واہل بیت دونوں کی محبت جان ایمان ہے۔

حضرت سعدی ﷫ فرماتے ہیں:

الٰہی بحق بنی فاطمہ — برقول ایمان کنم خاتمہ
اگر دعوتم ردکنی ور قبول — من ودست و دامانِ آل رسول

نواب بھوپالی صاحب کا آل پاک سے توسل

لطف یہ ہے کہ اہلحدیث حضرات کے شیخ الشائخ جناب نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی بھی حضور ﷺ کی آل اطہار سے توسل کئے بغیر نہیں رہ سکتے چنانچہ وہ اپنی مشہور تصنیف مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں:

تا صلوۃ بر آل نفرستد اتیاں — بما مور بہ حاصل نشود فرد
الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

(مسک الختام، ج ۱ ص ۵)

یزید بن معاویہ

نام یزید بن معاویہ کنیت ابو خالد، خاندان اموی والد کا نام حضرت امیر معاویہ اور دادا کا نام ابوسفیان رضی اللہ عنہم دونوں حضرات صحابی ہیں۔ ماں کا نام میسون بنت بحدل کلبیہ ہے۔ یزید ۲۵ یا ۲۶ ہجری کو زمانہ عثمان غنی میں پیدا ہوا موٹا اور بہت گھنے بالوں والا تھا۔ اپنے باپ سے حدیث بھی روایت کی ہے پھر اس سے آگے اس کے بیٹے خالد بن یزید اور عبدالملک بن مروان نے چونکہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں اس سے کوئی نازیبا حرکت نہ دیکھی تھی بلکہ بعض حضرات سے اس کی تعریفیں اور فضیلتیں سنی تھیں اسلئے اسے اپنا جانشین بنایا اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

اللھم ان کنت عھدت لیزید لما رایت من فضله فبلغه ما املت واعنه و ان کنت انما حملنی حب الوالدبولده و انه لیس لما صنعت به اھلا فاقبضه قبل ان یبلغ ذلك

(تاریخ الخلفاء ص: ۱۵۷/۱۵۸)

یا اللہ اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت و اہلیت دیکھ کر اپنا جانشین بنایا ہے تو اسے میری توقع پر پورا اتار اور اس کی مدد فرما اور اگر محض شفقت پدری کہ ایک باپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے اسے اپنا جانشین بنایا ہے اور وہ نا اہل ہے تو اسے عنان حکمرانی سنبھالنے سے پہلے ہی ہلاک کر دے۔

کیا صالحین کیلئے کرسی اقتدار حرام ہے؟

بعض لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ یزید کے مقابلے میں اقتدار نہیں چاہتے تھے یہ قطعاً غلط ہے حضرت امام اقتدار کیلئے ہی تشریف لے گئے تھے اور شریعت کی رو سے اس وقت آپ ایسی دینی، روحانی اور مرکزی شخصیت کی یہ ذمہ داری تھی کہ جب عامۃ المسلمین ایک شرابی وزانی اور دین اسلام میں رخنہ ڈالنے والے شخص کے مقابلے میں اس کا دامن تھامنا چاہیں اور دین اسلام کے تحفظ کیلئے اسے ہر قسم کی قربانی کا یقین دلائیں تو وہ ان سے

دامن نہ چھڑائے بلکہ ان کی قیادت کرے اور اس ظالم و فاسق اور بدکار کو کرسی اقتدار سے ہٹا کر خود اس پر متمکن ہو اور دین اسلام ایسے جامع نظام حیات کو لوگوں میں بہ تمام و کمال رائج و نافذ کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا تھا...... **اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم** ...... کہ ملک بھر کے خزانے میرے سپرد کر (کے دیکھ میں میں ملک کا نظم و نسق کس احسن طریقے سے چلاتا ہوں) بے شک میں دیانت و علم والا ہوں...... اس لئے حضرت امام حسین کا یزید کے مقابلے میں کوفیوں کی درخواست پر کرسی اقتدار پر فائز ہونے کے جذبے سے جانا خواہش نفس سے نہ تھا بلکہ ایک دینی و ملی تقاضے سے تھا۔...... **انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء مانوی** (الحدیث)...... ثواب کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال له ابن عمر لا تخرج فان رسول الله ﷺ خيره الله تعالىٰ بين الدنيا والآخرة فاختار الآخرة و انك بضعة منه ولا تنا لها يعنى الدنيا

اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ کوفے کو تشریف نہ لے جائیں کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور آخرت (درویشی) میں سے کسی ایک کے چن لینے کا اختیار دیا تو آپ نے درویشی کو پسند فرمایا اور آپ حضور ﷺ کے جسم اطہر کے ٹکڑا ہیں اور آپ دنیا (بادشاہت) کو نہیں حاصل کر سکیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام خلافت اور اقتدار کی خواہش رکھتے تھے اور یزید ایسے فاسق و فاجر کے مقابلے میں ان کا ایسا کرنا ان کی دینی ذمہ داری بھی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عامۃ المسلمین کے اصرار و اعانت پر یزید ایسی مکروہ و ناپسندیدہ قیادت کو بدلنا چاہتے تھے اور آپ یقیناً بجانب حق تھے اور یزید خدا و مصطفیٰ ﷺ کا باغی تھا در اصل باغی وہی ہوتا ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کو پامال کرے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور جدوجہد کرنے والا باغی نہیں، مجاہد ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے **افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر** ...... کہ ظالم قیادت کو کھری کھری سنانا افضل جہاد ہے۔

حضرت امام کو باغی قرار دینا شقاوت اور خروج ہے چنانچہ امام اہلسنت گیارہویں صدی کے عظیم ترین مجدد مولانا علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما ما تفوه بعض الجهلة من ان الحسين كان باغيا فباطل عند اهل السنة والجماعة ولعل هذا من هذيانات الخوارج عن الجادة

کہ یہ جو بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ امام حسین باغی تھے اہلسنت وجماعت کے نزدیک غلط ہے اور شاید یہ راہ حق سے بہکے ہوئے (خارجیوں) کی جڑ ہے۔

(شرح فقہ اکبر، ص ۸۷)

یزید پلید کی شقاوتوں کا جائزہ لینا ہو تو مدارج النبوۃ و نبراس و دیگر کتب محققین کا مطالعہ فرمائیں ایسے ایسے انکشافات پائیں گے جن سے ایک مسلمان کے جذبات بے قابو ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہاں اختصار مدنظر ہے اسلئے صرف محدثین کی نظر میں یزید کی حیثیت واضح کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کی سزا

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ نوفل بن ابی الفرات سے روایت ہے کہ تہذیب التہذیب میں ہے نوفل بن ابی عقرب حضرت امام عمر بن عبدالعزیز کے حضور میں ایک شخص نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المؤمنین کا لفظ استعمال کیا

فقال تقول امير المومنين و امر به نضرب عشرين سوطاً

آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو یزید پلید کو امیر المومنین کہتا ہے، اور آپ کے حکم سے اس شخص کو بیس کوڑے مارے گئے۔

۶۳ھ میں جب اہل مدینہ کو یزید کی خباثت کا علم ہوا تو جو لاعلمی میں اس سے بیعت ہو چکے تھے انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی یعنی اس کی نافرمانی (جسے آج کی نئی اصطلاح میں سول نافرمانی کہتے ہیں) کا اعلان کر دیا۔ تو یزید نے اہل مدینہ پر فوج کشی کی تین روز تک اہل مدینہ کا قتل عام ہوا جن میں صحابہ وصحابیات تک شامل تھے مسجد نبوی میں اذان ونماز تک کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور یزیدی

لشکر نے مسجد میں گھوڑے باندھے اور اس کی ناپاک فوج نے کعبہ معظمہ تک کی بے حرمتی کی اور اس کی تمام تر ذمہ داری یزید پلید پر عائد ہوتی ہے۔ آخر ۶۴ھ میں یہ کمبخت ہلاک ہو گیا۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں:

ولیست له روایة تعمد

کہ یزید کی کوئی قابل اعتماد روایت نہیں ہے

(ج ۱۱، ص: ۳۶۱)

یہی امام ممدوح رحمۃ اللہ علیہ یزید کے بارے میں تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:

ولیس باهل ان یروی عنه

کہ یزید اس بات کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے

(ص: ۵۶۲)

امام علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویة بن ابی سفیان ولی بعهد من ابیه و استباح المدینة فلم یمهله الله تعالیٰ هلك سنة اربع و ستین

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان باپ کا ولی عہد بنا اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت نہ دی سن ۶۴ھ میں ہلاک ہوا۔

(ص: ۴۲۳)

امام اہلسنت تاریخ اسلام کے مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید کے بارے میں ہمارا وہی مسلک ہے جو ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے یعنی توقف کہ خود اسے کافر نہ کہیں گے اور تکفیر کرنے والے کو منع بھی نہ کریں گے۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طریق سے روایت کی ہے کہ حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرمى بالحجارة من السماءِ انّ رجالا ينكح امهات الا ولاد والبنات وا لاخوات و يشرب الخمر ويدع الصلوٰة (تاریخ الخلفاء ص ١٦٠)

قسم بخدا یزید سے ہم نے اس وقت ہی بغاوت کی جب ہمیں اس بات کا ڈر لگنے لگا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسیں گے لوگ امہات الاولاد، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنے، شراب پینے اور نماز چھوڑنے لگ گئے تھے۔

اور امام ذہبی ابن تیمیہ کے شاگرد رشید فرماتے ہیں:

ولما فعل يزيد باهل المدينة ما فعل مع شرب الخمر و اتيانه المنكرات اشتد عليه الناس و خرج عليه غير واحد ولم يبارك الله في عمره

اور جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ساتھ ہی شراب و بدکاریوں کا دور دورہ چلایا تو لوگ اس کے باغی ہوگئے اور اللہ نے اسکی عمر میں برکت نہ فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء ص ١٦٠)

یہ امام ذہبی کی شہادت ہے جو علامہ تیمیہ صاحب کے شاگرد رشید ہیں اور خود امام ابن تیمیہ یزید کے بارے میں نہایت نرم خیال ہونے کے باجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مظلوم وشہید اعتقاد کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

تمكن اولئك الظلمة الطغاة من سبط رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حتى قتلوه مظلوما شهيدا (الى ان قال) فان ما قصد من تحصيل الخير و دفع الشر لم يحصل منه شئ

(منہاج السنۃ ج۲ ص:۲۴۱/۲۴۲)

ظالموں سرکشوں نے نواسائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پالیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا حالانکہ آپ مظلوم و شہید ہیں۔ آپ نے جو نیک مقصد کو حاصل کرنے اور یزید کے شبہ کو دور فرمانے کا ارادہ کیا تھا وہ کچھ بھی حاصل نہ ہوسکا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام کا یزید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور اس کی ناپاک وظالم حکمرانی کو ختم کرنا آپ کا نیک مقصد تھا آپ کا قتل باغی کے طور نہیں مظلوم وشہید کے طور پر ہے۔ یزید ہی دراصل ظالم وطاغی تھا اور عامۃ المسلمین کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقتل من قتل و بایع مسلم الناس علی انهم خول لیزید یحکم فی دمائهم و اموالهم بما شاء و انهم اعبدله قن في طاعة الله و معصیته۔

اور اہل مدینہ کے قتل عام کے بعد بقیہ لوگوں سے مسلم بن عقبہ یزید کے حق میں اس بات کا عہد لیا کہ وہ یزید کے تابعدار رہیں گے اور یزید کو ان کے جان و مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار ہوگا اور ہر جائز و ناجائز بات میں یزید کی فرمانبردار رہیں گے۔

سوال و جواب

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی تھی اور جب لوگوں نے اس کی بیعت توڑی تو وہ ناراض ہوئے اور ایسے لوگوں سے قطع تعلق کرنے کی دھمکی دی یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کی شرح میں امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ و امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فیه وجوب طاعة الامام الذی انعقدت له البیعة والمنع و من الخروج علیه و انه لا ینخلع بالفسق

کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی بیعت تمام ہوئے بعد اس کی فرمانبرداری ضروری اور اس کی نافرمانی ممنوع ہے اور وہ فسق سے اپنے عہدہ امارت سے معزول نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱ و ارشاد الباری ج ۱۰ ص: ۱۹۹)

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے کیوں انکار کیا؟ ...... اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر زاہدانہ مزاج رکھتے اور گوشہ نشین رہتے تھے جب کہ ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یزید کے بارے میں یقینی ذرائع سے ان اسباب کا علم نہ پہنچا جن سے کوئی

شخص نا قابل بیعت قرار پاتا یا اپنے عہدہ امارت سے معزول متصور ہوتا ہے اور امام حسین اوران کے ساتھیوں کو علی وجہ البصیرۃ اور یقینی ذرائع سے اس کا علم ہو گیا تھا اسلئے انہوں نے بیعت سے انکار کیا ار بیعت شدہ حضرات نے بیعت توڑ بھی دی اور شریعت میں یہی ہے۔ چنانچہ محدث اعظم وفقیہہ اعلم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واجمعو علی ان الامامة لا تنعقد للکافر ولو طرء علیه الکفر انعزل و کذالو ترك اقامة الصلوٰت والدعاء الیها و کذا البدعة

یعنی اہلسنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر مسلمانوں کا امیر نہیں ہوسکتا اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے تو وہ معزول ہو گیا اور اسی طرح بادشاہ اگر نماز کی تبلیغ چھوڑ دے اور اسی طرح وہ بدعت کا حامی ہو جائے تو وہ اپنے عہدہ سے معزول ہو چکا۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۷، ص ۲۰۱)

یعنی اس پر فرض ہوگا کہ وہ کرسی اقتدار سے الگ ہو جائے یا عامۃ المسلمین اسے زبردستی علیحدہ کر کے متبادل صالح شخص کو اپنا سربراہ ملک بنائیں ...... اس کے بعد فرماتے ہیں:

وجب علی المسلمین خلعه و نصب امام عادل ان امکنهم ذالك

یعنی اگر مسلمانوں سے ہو سکے تو ایسے سربراہ کو علیحدہ کر کے اس کی جگہ نئے صالح شخص کو سربراہ بنائیں۔ (ج ۷، ص ۲۰۱)

اور امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری و امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الذی علیه العلماء فی امرآء الجود انه ان قدر علی خلعه بغیر فتنة ولا ظلم وجب

یعنی ظالم سربراہوں کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی فتنہ اور ظلم و زیادتی کے بغیر انہیں علیحدہ کرنا ممکن ہو تو انہیں علیحدہ کرنا ضروری ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲۴، ص: ۱۵۹ ، فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۶)

یہاں دراصل صحیحین کی ایک حدیث ہے جس کی شرح میں مندرجہ بالا قول نقل کیا گیا وہ حدیث یہ ہے

وان ننازع الامر اهله الا ان ترو اکفر ابواحا عند کم من الله فيه برهان

یعنی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت سربراہ مملکت کی نافرمانی نہ کرو جب تک کہ وہ ایسے کھلے کفر ومعصیت کا علانیہ ارتکاب نہ کرنے لگے جس کے کفر ومعصیت ہونے کی تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے دلیل موجود ہے۔

گویا جب سربراہ مملکت اسلامیہ ایسے کھلے کفر ومعصیت کا اعلانیہ مرتکب پایا جائے جس کے کفر ومعصیت ہونے پر کتاب وسنت کی روشنی میں دلیل موجود ہو تو ایسے سربراہ مملکت کو ہٹانا اور اس کی سول نافرمانی ضروری ہے۔ چنانچہ امام حسین ﷛ نے یزید پلید کی نافرمانی کر کے اس حدیث پر عمل فرمایا۔

حدیث قسطنطنیہ کا جواب

بعض لوگ جو یزید کو امیر المؤمنین کے خطاب سے نوازنے پر مصر ہیں یزید کے جنتی ہونے پر ایمان ویقین بھی رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں اس حد تک غلو ہے کہ وہ اپنے ایک صوم وصلوۃ کے پابند باپ کے جنتی ہونے میں تو شک کر سکتے ہیں مگر یزید کے بارے میں نہیں۔ ان کے اس غلو کا موجب دراصل ایک حدیث ہے جسے امام بخاری ﷬ نے حضرت ام حرام ﷝ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (جس کا آخری حصہ یہ ہے)

اول جيش من امتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم

کہ میری امت کا اولین لشکر جو شہر قیصر کا جہاد کرے گا وہ بخشے ہوئے ہوں گے۔

(صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۱۰)

کہتے ہیں کہ اس جہاد میں یزید شریک بلکہ قیادت کر رہا تھا اور مدینہ قیصر قسطنطنیہ ہے۔ یزید کی قیادت میں سیدنا ابن عمر وابن عباس وابن زبیر وابوب انصاری ایسے اکابر صحابہ جہاد کر رہے تھے

جب یزید کی قیادت ایسے صحابہ نے تسلیم کرلی تو اس کی کیا شان ہوگی؟ اور وہ حدیث کا مصداق ہوکر مغفور لہ (جنتی) ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سادات صحابہ حضرت سفیان بن عوف کی قیادت میں گئے تھے یزید کی نہیں۔ چنانچہ امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

الا ظهر ان هؤلآء السادات من الصحابة كانو مع سفيان هٰذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هولاء السادات في خدمته

کہ ظاہر تو یہ ہے کہ لوگ اکابر صحابہ اس سفیان کے ہمراہ تھے یزید بن معاویہ کے ہمراہ نہ تھے کیونکہ وہ اس کا اہل نہ تھا کہ یہ اکابر صحابہ اس کی خدمت میں ہوتے۔ (ج ۱۴،ص:۱۹۸/۱۹۹)

علامہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے وہاں یزید کی منقبت بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ حدیث میں موجود مغفور لھم کا مصداق ہوکر جنتی قرار پاتا ہے۔ بخاری کے تینوں شراح کرام اس کی تردید فرماتے ہیں:

قلت اى منقبة كانت ليزيد رحاله مشهور

کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں یزید کیلئے کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴،ص:۱۹۹)

حدیث کے عموم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یزید اس میں شامل ہی نہیں کیونکہ یہ خوشخبری مشروط بہ خاتمہ علی الایمان ہے۔

لا يلزم من دخوله في ذالك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذلا يختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لوارتدن واحد ممن غزاها لم يدخل في ذالك العموم اتفاقا فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط الغفرة فيهه منهم

یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری

دلیل خاص سے نکلتا ہو کیونکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ارشاد مغفور لھم اہل مغفرت ہونے سے مشروط ہے حتی کہ اگر اس غزوے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا (معاذ اللہ) تو اس عموم میں داخل نہ ہوتا تو پتہ چلا کہ مغفور لھم سے وہی لوگ مراد ہیں جن میں مغفرت کی شرط پائی جائے۔ (لہٰذا یزید خارج ہو گیا)

(فتح الباری ج ۶،ص:۸۴ ، عمدۃ القاری ج ۱۴ص:۱۹۹، ارشاد الساری شرح بخاری ج ۵،ص:۱۰۴)

شرح عقائد میں تو علامہ تفتازانی ﷺ نے یزید پلید کو ملعون و کافر قرار دیا ہے اور یہی قاضی ابو العلی اور امام احمد بن حنبل ﷺ کا خیال ہے۔

الغرض حضرت امام حسین ﷺ اور یزید پلید علیہ ما علیہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں امام حق پر تھے اور یزید کمبخت باطل پر تھا۔ اور اس کی حمایت کرنے اور اسے جنتی قرار دینے والے حضرات دراصل خارجیت کے داعی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد اللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبه سید المرسلین و علی آله و صحبه الذین منقصهم و مبغضهم من الفاسقین اما بعد قال اللہ تعالیٰ فی کتابه الکریم لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ط و کلا وعد اللہ الحسنی ط واللہ بما تعملون خبیر O (سورۃ الحدید ایت ۱۰)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم اظهرت الفتن اوالبدع وسب اصحابی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل ذلك فعلیه لعنة اللہ والملائکة اجمعین لایقبل اللہ منه صرفاً ولا عدلا

اللہ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان رحمت والا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام نازل ہوں اس

کے محبوب ﷺ پر جو رسولوں کے سردار ہیں اور آپ کے اس آل واصحاب پر جن کی شان اقدس میں کمی کرنے اور ان سے بغض رکھنے والا فاسقوں سے ہے۔اما بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔

''نہیں ہیں برابر تم میں سے وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ اور جہاد کیا۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا اور سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔(سورت حدید، آیت ۱۰)

اور رسول ﷺ نے فرمایا:''جب فتنے اور بدعتیں ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جانے لگے تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، سو جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہیں قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ اور نہ کچھ خیرات۔

اجمالی جواب

افضلیت بہ ترتیب خلافت اہلسنّت کا مسلک ہے اور اس کا منکر اہلسنّت سے خارج ہے

انبیاء و مرسلین کے بعد تمام مخلوق الٰہی انسانوں، جنوں اور فرشتوں سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فارق اعظم رضی اللہ عنہ، پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ شیخین کریمین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل ماننا اہلسنّت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اس لیے جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی دوسرے صحابی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل بتائے یا سمجھے گمراہ، بدمذہب اور اہلسنّت و جماعت سے خارج ہے۔ اسے اہلسنّت کی مساجد میں نہ امام بنایا جائے اور نہ خطیب کیونکہ وہ فاسق العقیدہ اور تفضیلی شیعہ ہونے کی وجہ سے امامت کے قابل نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بے ادب اہلسنّت سے خارج اور دوزخی ہے:

کسی صحابی کیساتھ بغض اور سوء عقیدت یعنی برا عقیدہ رکھنا بدمذہبی، گمراہی اور دوزخی ہونا ہے کیونکہ وہ دراصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض اور سوء عقیدت ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرے بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے والد ماجد ابوسفیان والدہ ماجدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا اور رفض ہے جو اس کا قائل ہو اور ان کی شان میں گستاخی کرتا یا برا عقیدہ رکھتا ہو وہ رافضی شیعہ اور اہلسنّت سے خارج ہے اور اس لیے اس کی امامت وخطبات ناجائز ہے۔

حسبِ ترتیب خلافت حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کتب محققین اہلسنّت کی روشنی میں

جیسا کہ گزشتہ تحقیق سے واضح ہے کہ شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما علیٰ الترتیب تمام امت محمدیہ سے افضل و اعلیٰ ہیں پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت مولائے مومنین سیدنا علی

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت اور بعد والوں سے افضل ہیں۔ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت علی الترتیب پر تو تمام اہلسنّت و جماعت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر بھی جمہور اہلسنّت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے۔ اس سلسلہ میں اہلسنّت و جماعت کے محققین و مجتہدین رحمہم اللہ کی عبارات شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

سراج امت مجتہد و ملت سیدنا و مولانا امام الائمہ امام ابو حنیفہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وافضل الناس بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ثم عمر ثم عثمان بن عفان ثم علی بن ابی طالب رضی الله عنهم (فقہ اکبر مع شرح علی قاری مصری ص ۶۱، ۶۲، ۶۳) ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عثمان بن عفان پھر علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین تشریح:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ ارشاد کی تشریح میں حضرت علامہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فهو افضل الاولياء من الاولين والا خرين وحكى الا جماع على ذلك (شرح فقہ اکبر ص ۶۱) یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اولین و آخرین صحابہ و اولیاء سے افضل ہیں۔ اس پر اجماع منقول ہے۔

پھر فرماتے ہیں (بخوف طوالت ان کی عربی عبارت کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے: ''اس مسئلہ میں رافضیوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے (الی ان قال) اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہلسنت و جماعت نے اجماع و اتفاق کیا ہے۔ مقام تحقیق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیماری کے دوران انہیں امامت کے لیے مقرر فرمانا ہے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے وقت صحابہ کرام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو ہمارے دین یعنی نمازوں کی امامت کے لیے پسند کر کے مقرر فرمایا تو ہم آپ کو دنیا یعنی عہدہ خلافت کے لیے کیونکر پسند نہ کریں (الی ان قال) اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا علی الترتیب کل امت سے افضل ہونا جمیع اہل سنت میں متفق علیہ ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان افضلیت کا مسئلہ بھی اسی ترتیب سے ہے۔ بعض اہل کوفہ و بصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل مروی ہے اور صحیح وہی ہے جو جمہور اہلسنّت کا مسلک ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری روایت بھی یہی ہے۔ اس بنا پر کہ فقہ اکبر میں آپ نے افضلیت کی ترتیب کے مطابق ارشاد فرمائی ہے۔'' (شرح فقہ اکبر ص ۶۳/۶۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل کہنا اہلسنّت اور جمیع سلف کے خلاف ہے۔

بعد ازاں حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: ولا یخفی ان تقدیم علی رضی اللہ عنہ علی الشیخین مخالف لمذهب اهل السنة و الجماعة علی ماعلیه جمیع السلف (شرح فقه اکبر ص ۶۴)

اور مخفی نہ رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینا اہلسنّت و جماعت کے مذہب کے خلاف ہے اس مسلک کی بنا پر کہ جس پر گزشتہ جمیع اکابر اہلسنّت ہیں۔

اس کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کا سب سے افضل ہونا قطعی ہے۔ والذی اعتقده وفی دین الله اعتمده ان تفضیل ابی بکر رضی الله عنه، قطعی (شرح فقہ اکبر ص ۶۴) اور جس کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اور جس پر اللہ کے دین میں، میں اعتماد کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا قطعی ہے۔

پھر موصوف اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کل امت سے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قائم مقام امام مقرر فرمایا۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ جس کی امامت اولیٰ ہو وہی افضل و اعلیٰ ہوگا۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مدینہ میں حاضر تھے۔ اسی طرح دوسرے اکابر صحابہ بھی موجود تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اپنی جگہ امامت کے لیے مقرر فرمایا۔ اس لیے کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اس وقت تمام انسانوں میں افضل و اعلیٰ مقام و منزلت والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلے سے پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ: ابی الله و المومنون الا ابابکر۔ اللہ اور ایمان والوں کو ابو بکر کے سوا کسی کو میری جگہ کھڑا کرنا منظور نہیں، انہیں روک دیا۔

اسی طرح امام مطلق امام کمال الدین بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب المسامرہ شرح مسایرہ ج

۲ص ۱۴۲ میں اور امام سراج الملۃ والدین علی بن عثمان اوشی رحمۃ اللہ علیہ بدر الامال، پھر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح ضوء المعال پھر بعض المحققین اس کی شرح تحفۃ الامالی ص ۱۴۵ اور علامہ تفتازانی شرح عقائد ص ۱۴۰/۱۴۱ طبع مصر میں فرماتے ہیں۔

ارشاد غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا مولانا الشیخ السید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف لطیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں: وافضل الاربعة ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم (ص ۵۷ طبع مصر) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفاء میں سے سب سے افضل اعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ عنہم

سادات حضرات بھی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عقیدہ رکھیں، یہی حق وصواب ہے۔ اس کے خلاف باطل وعذاب جو سید تفضیل شیخین میں یہ عقیدہ نہ رکھے وہ گمراہ اور بدمذہب ہے۔

ارشاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ان الامام الحق بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم (احیاء العلوم ج اص ۱۰۲) کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام برحق حضرت ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔

پھر فرماتے ہیں: ان فضل الصحابة رضی الله عنهم علی حسب ترتيبهم فی الخلافة (احیاء العلوم ج اص ۱۰۲) کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

ارشاد امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اجمعوا ان خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر ثم عمر رضی الله عنهما (بستان العارفین مصری ص ۱۸۶) کہ تمام اہلسنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

تفضیلی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے:

فقہائے کرام جہاں فرماتے ہیں کہ فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس میں فسق اعتقادی کو بھی اولین اہمیت دیتے ہیں چنانچہ ان مبتدعین میں جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے تفضیلیوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ فتح القدیر میں امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان من فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع (فتح القدیر ج ا ص ۳۵۰ مصر) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلاثہ سے افضل سمجھے تو وہ بدعتی ہے (اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے)

حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ:

سیّد المکاشفین امام العارفین شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مسئلہ تفضیل میں دنیائے صوفیت کی ترجمانی کے لیے کافی ہے آپ فتوحات مکیہ شریف کے باب الثالث و التسعین میں ارشاد فرماتے ہیں جسے ترجمان شیخ اکبر سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں نقل کرتے ہیں: اعلم انه لیس فی امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم من هو افضل من ابی بکر غیر عیسیٰ علیه السلام (ج ۲ ص ۷۳) معلوم ہوا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

سیّدی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں: وخلیفه مطلق بعد خاتم الرسل علیه علیهم الصلوٰت والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ بعد از ان حضرت عمر فاروق است رضی اللہ عنہ بعد از ان عثمان ذوالنورین است رضی اللہ عنہ بعد از ان حضرت علی بن ابی طالب است رضوان الله علیه افضلیت ایشان بترتیب خلافت است۔

(ج ۲ ص ۱۳۰)

اور خلیفہ مطلق بعد از خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں ان کی افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر علماء اہلسنّت کے فتاویٰ جات

شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ہند بریلی شریف کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۷۳/۴۹)

الجواب

ا۔ جو شخص مولا علی رضی اللہ عنہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل بتائے گمراہ اور بد مذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ایسے کو امام بنانا گناہ، امام بنانے والے گناہگار ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

۲۔ کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت (بدعقیدگی) بد مذہبی وگمراہی واستحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص وحضرت مغیرہ بن شعبہ وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس مسیلمہ کذاب ملعون کو جہنم واصل کیا وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس وشر الناس کو قتل کیا ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکاری فقہا کرام کے نزدیک کفر ہے (بہار شریعت حصہ اول ص ۷۳) اس سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو فاسق کہنے والا کیسا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ واللہ اعلم

محمد طاہر حسین پورنوی عفرلہ رضوی دار الافتاء بریلی شریف ۵ ذی قعدہ ۱۳۵۹ء.........

شیخ الاسلام حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وھو الموفق للصواب

ا۔اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی جمیع الصحابہ پر ہے رضی اللہ عنہم اجمعین اس اجماع کا منکر شذ فی النار کی وعید کے تحت ہے نعوذ باللہ من ذلک

۲۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مسلم الثبوت ہیں ان کی شان میں گستاخی کرنا اگر التزام کفر نہیں تو کفر میں داخل ضرور ہے۔حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم سے دشمنی کی یا انہیں سب وشتم کرتے یا کراتے تھے سراسر غلط ضلالت اور جہالت پر مبنی ہے۔جو نصر بن مزاحم، یونس بن خباب اور مرحوب وغیرہم جیسے رافضیوں کی روایات پر مبنی ہے فرمان ذی شان حضور ﷺ ''اللہ اللہ فی اصحابی'' کو کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا۔

فقط واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

محمد قمر الدین السیالوی غفرلہ، ضلع سرگودھا پاکستان غربی، ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

غزالی زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ا۔شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تفضیل جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اہل سنت کا اجماعی (متفق علیہ) عقیدہ ہے اس عقیدہ کا مخالف سُنّی نہیں ہے۔اس لیے اس کی اقتداء (اسے امام بنانا) بھی جائز نہیں ہے۔

۲۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ فاسق کہنے والا ہرگز سُنّی نہیں۔تمام صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان بالاتفاق اہل سنّت کے نزدیک واجب الاحترام ہیں اس لیے ایسے شخص کی اقتداء بھی درست نہیں۔اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے، امین!

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ ۱۹ اگست ۱۹۶۹ء

علامہ سیّد ابوالبرکات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ حزب الاحناف لاہور کا فتویٰ

الجواب وھو الموفق للصواب

ا۔جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے وہ تفضیلی شیعہ ہے ضال مضل گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے وہ ہرگز اہلسنّت سے نہیں ہے ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں۔

۲۔جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہتا اور ان کو مطعون کرتا ہے وہ خود فاسق ہے اس

کو امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز قریب حرام اور واجب الاعادہ ہے وہ شخص اہلسنّت و جماعت سے نہیں کیونکہ رسالت مآب ﷺ نے تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے سارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم انہی میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ نیز فرمایا۔

الله الله فی اصحابی لاتتخذوھم غرضا من بعدی فمن اجبھم فبحبی اجھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذیٰھم فقد اذی الله ومن اذی الله فیوشك ان یاخذہ

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ میری محبت سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری دشمنی سے ہی ان کو دشمن رکھتا ہے اور جو ان کو ایذاء دیتا ہے وہ بلاشبہ مجھے ایذاء دیتا ہے اور جو مجھے ایذاء دیتا ہے وہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کو ایذاء دیتا ہے اور جو اللہ کو ایذا دیتا ہے عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، ان کی منقبت میں احادیث بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایمان لانے والوں سبھی کیساتھ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ **وکلا وعد الله الحسنیٰ** (سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے) لہٰذا ان کو برا کہنے والا فاسق (خدا ورسول کا نافرمان) ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احقر العباد ابوالریان محمد رمضان نائب مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اکتوبر ۱۹۶۹ء

الجواب صحیح وصواب والمجیب النسیب مصیب ومثاب فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد عفی عنہ، خادم الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

یہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتانے یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہنے والا) شخص بالکل بے دین اور شیعہ ہے۔ غالباً تقیہ کر کے اہلسنت بنا ہوا ہے ایسے شخص کو فوراً اہلسنت کی مسجد سے علیحدہ کر دیا جائے اور کوئی مسلمان اس کے پیچھے نماز نہ

پڑھے اگر امامت کے لالچ میں توبہ بھی کرے تو زبانی اعتبار نہ کرو تحریر کرالو۔ یہ عقائد بالکل رافضیوں کے ہیں کسی اہلسنت کے عقیدے میں صحابہ کی توہین وگستاخی نہیں ہے نہ کوئی مسلمان اتنی جرات کرسکتا ہے جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ رافضی ہے اگرچہ وہ اور اس کے حواری اسے مسلمان سنی سمجھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ مفتی اقتدار احمد خان مفتی دار العلوم غوثیہ نعیمیہ گجرات مغربی پاکستان (۲۳ اکتوبر ۱۹۶۹)

الجواب صحیح فقیر احمد یار بدایونی نعیمی گجرات پاکستان

حضرت علامہ پیر سیّد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، بھکھی شریف

الجواب صحیح وخلافہ قبیح۔ حضرت علامہ پیر سیّد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب مفتی وشیخ الحدیث مدرسہ جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف تحصیل پھالیہ (گجرات)

شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ:

الجواب صحیح۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد سیالکوٹ، مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ

حضرت مفتی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد کا فتویٰ

الجواب وھو الموفق للصواب

ا۔ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد امت مسلمہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اولیہ پر اتفاق ہے۔ افضلیت مشکک ہے جس کا اعلیٰ ترین فرد حضرت صدیق اکبر ہیں پھر بحسب المراتب دیگر ارباب خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم پھر یہ تسلسل حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی ہوتا ہے گو حضرت علی رضی اللہ عنہ کمالات وافرہ اور فضائل متکاثرہ سے متوشح ومتزین ہیں اور خصائل بہیہ واخلاق سنیہ کے باعث جولان تصوف میں مراتب قصوئی کے مکان قصی کے فرسان کے شہسوار ہیں مدینۃ العلم کے کمالات علمیہ کا آپ باب مفتوح ہیں مگر بایں ہمہ حضرات شیخین سے مفضول ہیں اور اسی پر امت حنفیہ کا اتفاق ہے اس کے برعکس عقیدہ رکھنا تشیع ہے اور محض ضلالت وگمراہی ہے ایسا شخص ہرگز ہرگز سنی نہیں اور نہ ہی اہلسنت و

جماعت کی مسجد میں امامت کے قابل ہے ایسے شخص کو ہرگز ہرگز سنیوں کا امام نہ بنایا جائے۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ثقہ اور صالح صحابی ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آپ کی حقیقی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ بہت بڑے عالم اور مجتہد صحابی ہیں آپ کیلئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آپ کی شان میں گستاخی کرنا اور آپ کو برا کہنا رفض ہے ایسا شخص جو آپ کو برا کہے شیعہ ہے وہ ہرگز ہرگز سنی نہیں اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے اسے اہلسنت و جماعت کی مسجد میں ہرگز ہرگز امام نہ رکھا جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم

غلام رسول غفرلہ قادری رضوی، مفتی جامعہ رضویہ لائل پور ۱۰ اگست ۱۹۶۹ء)

حضرت مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

۱۔ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ تو جو شخص مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے وہ گمراہ بدمذہب ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے **ان فضل علیا علیھما فمبتدع** اور غنیۃ ورد المحتار وغیرہ میں ہے **الصلوۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال**

بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے (فتاویٰ رضویہ)۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی جنہوں نے قبل اسلام حضرت سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا غرض کسی صحابی کیساتھ سوء عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے اسے برضا و رغبت امام بنانا خود کو عذاب الٰہی میں ڈالنا ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے فوراً امامت سے علیحدہ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی

فقیہ العصر مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ محدث بصیر پوری کا فتویٰ

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

عالی جناب حضرت قادری صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الانبیاء والرسل افضل البشر ہیں اور یوں ہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہٰذا اس کے برعکس عقیدہ رکھنے والے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

حررہ ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ، خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال، ۲ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ، ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۹ء

شیخ القرآن علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وھو الموفق للصواب

جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے یا حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو برا جانے ان سے بدعقیدگی رکھے ہر دو صورتوں میں ایسا شخص فاسق و مبتدع ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے وہ مکروہ تحریمی و اجب الاعادہ ہوگی وھذا ھو الحکم فی کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ تحریمیۃ و نصوص الفقہاء الخفیفیۃ فی ذلک متوافرۃ واذکر البعض بقدر الحاجۃ

۱۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر بالکلیہ تفضیل کا قائل مبتدع ہے شامی جلد دوم ۳۹۸ میں ہے ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبۃ الصدیق او یقذف السیدۃ الصدیقۃ فھو کافر لمخالفۃ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ بخلاف ما اذا کان یفضل علیا او یسب الصحابۃ فانہ مبتدع لا کافر۔

۲۔ سب صحابہ کو مباح سمجھے یا یہ اعتقاد رکھے کہ کسی صحابی کو گالی دینے پر ثواب مترتب ہوگا جیسا کہ بعض شیعہ کا عقیدہ ہے یا کفر صحابہ کا معتقد ہو تو کافر ہے بالاجماع ورنہ فاسق مبتدع ہے۔ واما من سب احدا من الصحابۃ فھو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انہ مباح او یترتب علیہ ثواب کما علیہ بعض الشیعۃ او اعتقد کفر الصحابۃ فانہ کافر

بالاجماع کما صرح به العلامة ابن عابدین الشامی فی رسائله ناقلا عن العلامة القاری (رسائل ابن عابدین ج اص ۳۶۷)

۳۔ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے غنیۃ شرح منیہ میں ہے انهم لو قد موا فاسق یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریمیة (ص ۴۷۹)

یہ مذہب احناف کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو فاسق کے پیچھے اصلاً نماز جائز ہی نہیں چنانچہ غنیۃ میں ہی عبارت سابقہ کے اخیر میں فرمایا ہے لم تجز الصلوة خلفه اصلاعند مالك و هورواية عن احمد

۴۔ شیخین تو درکنار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے والا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک رافضی ہے۔ الرافضی من فضل علیا علی عثمان رضی الله عنهما کذافی الغنية المنسوبة الی سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ و عن سائر الاولیاء وبهم عناو عن جمیع المسلمین

فقط واللہ اعلم

ابوالبیان غلام علی غفرلہ، خادم الافتاء و مدیر الجامعۃ الحنفیۃ اشرف المدارس اوکاڑہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۹ء

مفتی محمد اعجاز رضوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نعمانیہ لاہور کا فتویٰ

الجواب

۱۔ حضرت سرکار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل البشر بعد از انبیاء و مرسلین ہونا دلائل قطعیہ یقینیہ اجماعیہ سے ثابت اور مسلک اہلسنت کا جز ہے جو صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مولائے کائنات حیدر کرار کو افضل بتائے وہ اہلسنت سے نہیں فاسق وضال ہے اسے امام بنانا حرام، حرام، حرام اشد حرام ہے۔ لوقد موا فاسقا یاثمون یہ عقیدہ رکھنا فسق فی العقیدہ ہے اور فاسق فی العقیدہ کے پیچھے آئمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ نماز باطل و نا جائز و حرام ہے۔ لا یجوز خلفه اصلا

۲۔ معاذ اللہ، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سرکار امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں (ان کو فاسق و برا بتا کر) یہ گالی نہ دیگا مگر خارجی رافضی ناصبی اور زندیق و ملحد۔ ایسے شخص کو امام بنانا کیسا؟ اہل سنت کہنا باطل و نا جائز ہے نہ وہ اہل سنت ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا امام بنایا جائے اس کی امامت حرام حرام حرام اشد حرام وہ فاسق فی العقیدہ ہے امام زیلعی فرماتے ہیں وفی

تقدیمه تعظیمه و قد وجب علیهم اهانته شرعا
واللہ تعالیٰ وہولہ الاعلیٰ اعلم
فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی، خادم الحدیث دار العلوم جامعہ نعمانیہ لاہور، ۱۹ رمضان ۱۳۸۹ھ

شیخ الحدیث مولانا غلام جہانیاں معینی (ڈیرہ غازیخان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
عقائد اہلسنّت میں سے ان افضل البشر بعد الانبیا ابوبکر الصدیق ثم عمر رضی اللہ عنهما لہٰذا تفضیل علی کرم اللہ وجہہ کا عقیدہ رکھنے والا اہلسنت سے نہیں ہے لہٰذا امامت کے بھی لائق نہیں ہے۔

۲۔ تمام صحابہ کرام واجب الاحترام ہیں بالخصوص حضرت امیر معاویہ ﷛ صحابی اور واجب الاحترام ہیں ان کا اور دوسرے صحابہ کا گستاخ اہلسنت سے نہیں ہوسکتا اور نہ وہ لائق امامت ہے۔

فقط، دعا گو فقیر غلام جہانیاں معینی، خادم الحدیث جامعہ معینیہ ڈیرہ غازیخان، ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کے علماء کا فتویٰ (از ملتان)

۱۔ بعد از انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس وجن و ملک سے افضل صدیق اکبر ﷛ ہیں پھر فاروق اعظم ﷛ پھر عثمان غنی ﷛ اور پھر مولا علی ﷛ جو شخص مولا علی ﷛ کو صدیق یا فاروق اعظم ﷛ سے افضل بتائے گمراہ بدمذہب ہے اور اہل سنّت سے خارج۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ کسی صحابی کیساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کیساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے چنانچہ بہار شریعت میں ہے لہٰذا اس کی امامت ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

مشتاق احمد مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

اصاب من اجاب سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان، ۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء

مسئلہ تفضیل وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق امام اہلسنت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر علما اہل سنت و جماعت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حق ہے اور فقیر کا یہی مسلک ہے فقط

نیاز مند غلام مصطفیٰ رضوی سعیدی مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

حضرت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ خیر المعاد ملتان کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الجواب

۱۔ اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ افضلیت خلفاء راشدین بہ ترتیب خلافت ہے۔

۲۔ اور اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل عدول ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت مسلم و ثابت ہے اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے والدین ماجدین حضرت ابوسفیان وحضرت ہندہ کی صحابیت بھی مسلم وثابت ہے۔ لہٰذا جو شخص ان کی شان میں دریدہ دھنی اور گستاخی کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ اہلسنت سے خارج اور بدعتی اور رافضی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ علماء کرام نے یہ جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: حسین احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد چوڑی سرائے ملتان شہر

حررہ حامد علی خاں، مفتی مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد چوڑی سرائے ملتان شہر

شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب کا فتویٰ (ملتان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الجواب

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت تمام صحابہ کرام پر اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ فضیلت ترتیب خلافت کے مطابق ہے لہٰذا اس کا مخالف اہلسنت سے خارج ہے کما فی شرح العقائد۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوسفیان ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہندہ و دیگر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب الاحترام ہیں ان کا احترام ایمان کا حصہ ہے انہیں برا کہنے والا

اہلسنت سے خارج ہے اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ فقط

محمد شریف غفرلہ، خادم جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۹ء

الجواب صحیح: سید محمد عبداللہ شاہ رضوی مہتمم مدرسہ انوار الابرار ملتان

الجواب صحیح: محمد نذیر احمد مہروی مدرس مدرسہ جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان شہر

مفتی محمد عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (ملتان)

الجواب

۱۔ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو شخص افضل سمجھے

۲۔ اور جو شخص حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو برا بتائے وہ اہلسنت سے نہیں اہلسنت مقتدیوں کا امام ہونا اس کا ناجائز ہے۔

من اصاب فقد اجاب ننگ اسلاف عزیز اللہ عفی عنہ، صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان شہر، ۱۰ شوال

راقم: محمد عبدالشکور ملتانی عفی عنہ

حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ کوٹلی لوہاراں کا فتویٰ

الجواب

حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یا کسی دوسرے صحابی کی بے ادبی کرے یا ان سے برا عقیدہ رکھنے والا شخص گمراہ ہے اور مسلک اہلسنت کے سراسر خلاف اگر وہ اپنے آپ کو اہلسنت کہتا ہے تو یہ اس کا تقیہ ہے دراصل وہ شیعہ اور رافضی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

فقط ابوالنور محمد بشیر مدیر ماہ طیبہ، کوٹلی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ) ۱۲ شوال ۱۳۸۹ھ

حضرت مولانا سید محمد افضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الجواب

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل بتانے والا شخص ہرگز اہلسنت وجماعت سے نہیں، بلکہ گمراہ بدمذہب ہے۔ اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے

پڑھی ہوئی تمام نمازوں کا اعادہ واجب ہے۔شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری امام ابو منصور سے نقل کرتے ہیں جو اکابر شوافع سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اہلسنت و جماعت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنے والا چوں کہ مبتدع اور فاسق فی العقیدہ ہے لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ غنیۃ، صغیری مراقی طحطاوی اور درمختار میں ہے واللہ اعلم

۲۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بتانے والا بھی اہلسنت سے گمراہ اور بدمذہب ہے اسے بھی امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں فقہ اکبر میں ہے کہ ہمیں صحابہ کو ذکر خیر سے یاد کرنا چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب صحابہ کا ذکر آئے تو انہیں برا کہنے سے باز آؤ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ عدول (عدل والے) ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔وکلا وعد اللہ الحسنیٰ

واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سید محمد افضل حسین شاہ عفرلہ، مفتی جامعہ قادریہ رضویہ لائیلپور، ۱۷ شوال ۱۳۸۹ھ

علامہ ابوالاحسن محمد مختار احمد رحمۃ اللہ علیہ خان پور کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الجواب

ا۔شریعت محمدیہ کے نزدیک حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل اعتقاد کرنے والا بدعتی گمراہ اور اہل سنت سے خارج ہے چنانچہ فتاویٰ خلاصہ، خزانۃ المفتین، فتح القدیر، حاشیہ تبین، مجمع الانھر، شرح عقائد اور الصارم المسلول وغیرہ کتب کثیرہ میں واضح ہے لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ در مختار اور غنیۃ وغیرہ میں ہے۔

۲۔جو شخص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بے ادبی، گستاخی اور سب وشتم کرتا ہے وہ اسلام سے خارج، مرتد اور واجب القتل ہے جیسا کہ شفا قاضی عیاض، آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ صحابہ کرام کی مدح وثناء میں بکثرت وارد ہیں ان کے باوجود ان کو برا کہے وہ بے ایمان، ملعون اور ذلت ناک عذاب کا مستحق ہے اس کی امامت باطل و ناجائز ہے۔مزید تحقیقات مطولات میں ہے فقط

الجواب صحیح: حافظ سراج احمد مہتمم مدرسہ سراج العلوم خانپور
ہذا الجواب صحیح لاریب فیہ: خادم الشرع عبدالواحد نائب مفتی مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور
حررہ ابوالاحسن محمد مختار احمد، صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم خانپور، ۱۵ شوال ۱۳۸۹ھ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ عارف باللہ حضرت مولانا غلام احمد جان الاحرار نقشبندی غزنوی کا فتویٰ (غزنی افغانستان)

استفتاء

الاستفتاء بحضرة العلام عمدة مشائخ الانام الشيخ المولى غلام احمد جان الاحرار النقشبندی دام اقبالهم

السلام عليكم و رحمة و بركاته

ا...... ايها الشيخ ماقولهم الشريف فی من يفضل مولانا و مولى كل من آمن بالله سيدنا عليا كرم الله وجهه على الشيخين الكريمين على سيدنا امير المومنين ابی بكر الصديق و سيدنا امير المومنين عمر الفاروق الاعظم رضی الله عنهما هل هو من اهل السنة !وهل هويصلح ان يكون اماما لاهل السنة والجماعة ام لا

۲......وما قولكم الشريف فيمن يسب الامير معاوية بن ابی سفيان رضی الله عنهما وينقصه هل هو من اهل السنة و الجماعة وهل يصلح ان يومهم ام لا

خادمكم محمد غلام سرور القادری، مفتی مدرسه انوار العلوم ملتان

بسم الله الرحمن الرحيم: الجواب و الخطاب المستطاب للسوالين المذكورين فی الاستفتاء ا ان من فضل عليا رضی الله عنه على الصديق الاكبر و الفاروق الاعظم رضی الله عنهما ولايستحی من الله فی شان سيدنا امير المومنين معاوية رضی الله عنه حتى يسبه ويفسقه اعاذنا الله تعالیٰ من هذا الاعتقاد الباطل السوء فهذان الشخصان خارجان من طريقة اهل السنة و الجماعة بلاريب وارتياب وليسا بداخلان فی الفرقة الناجية فاياك و الصلوة خلفهما فانهما من اهل الشيع حقيقة وان لم يقرابه لساناً هذا هو الحق فانهما

ممن یقولون بافواهم مالیس فی قلوبهم۔ فقط

الراقم احمد جان الاحرار النقشبندی عفی عنه افغانستان کابل ولایت غزنی حکومت قراباغ، قریه اختر خیل صاحب انورا، ۱۵شوال المکرم ۱۳۸۹ھ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سیّدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حقہ کا منکر اسلام سے خارج اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بے دین گمراہ شیعہ ہے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو سب وشتم اور بکواس کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہے۔ فقط

محمد عمر اچھروی لاہور، یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

مجاہد ملت حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

الجواب...... اہلسنّت و جماعت کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنے والا گمراہ، فاسق و فاجر ہے اور فاسق و فاجر شرعاً واجب الاهانۃ ہے نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا بھی اہلسنّت سے نہیں ہوسکتا کیونکہ بد مذہب اہلسنّت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ کا سراپا عدل وحق ہونا امر مسلم ہے۔ فقط

محب النبی جامعہ ضیاء العلوم، سبزی منڈی راولپنڈی

علوم مولانا مفتی غلام رسول صاحب خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ ومدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور کا فتویٰ (از قصور)

ا۔ جمیع اہلسنّت و جماعت کا اجماع وعقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ میں انبیاء و رسل کے بعد تمام بنی آدم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ان کے بعد عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد اور پھر وہ صحابہ جنہوں نے صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام کے لیے اپنی جانوں کو اور اللہ ورسول کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کی بیعت کی تھی جسے بیعت رضوان کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر، شرح عقائد اور شاہ فضل رسول قادری بدایونی نے المعتقد میں پھر اس کے حاشیہ میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس اجماع کا منکر ومخالف بدعتی اور اہلسنّت سے خارج ہے اس کی امامت

مکروہ تحریمی ہے۔(ملخصا)

۲۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور کریم ﷺ کے ذی قدر صحابی ہیں ان کی شان میں نازیبا کہنے والا اپنے ایمان کو تباہ کرتا ہے اور ملعون ہے اگر چہ ان سے خطاء اجتہادی ہوئی تاہم وہ ایک ثواب کے مستحق ہیں ان کو برا کہنے والا اہلسنت سے خارج ہے اس کی امامت بھی ناجائز ہے

فقط احقر العباد غلام رسول گوہر مدیر انوار الصوفیہ قصور ۲۵ مئی ۱۹۷۰ء

مجھے خدا کی قسم جواب حق ہے: قاری حفیظ الرحمٰن

الجواب صحیح والمجیب نجیح: فقیر محمد عبد العزیز نقشبندی کوٹ غلام احمد خاں قصور

جو میرے استاد نے فرمایا بلاشک صحیح ہے: احقر العباد سید طالب حسین شاہ قصور

حضرت علامہ پیر سیّد اختر حسین شاہ جماعتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

الجواب بعون التواب، حامد و مصلیا و مسلما

۱۔اہلسنت و جماعت کے مسلمات سے ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہیں علماء اہلسنت واکابرین نے تصریح فرمائی ہے کہ **من علامات اھل السنة و الجماعة تفضیل الشیخین** شرح فقہ اکبر، شرح عقائد میں ہے **علیٰ ھذا الترتیب وجدنا السلف**

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں جو شیخین کی فضیلت مذکورہ کا منکر ہے وہ اہلسنت و جماعت سے خارج ہے وہ اہلسنت و جماعت سے ہرگز نہیں ہوسکتا مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بدمذہب اور مبتدع ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے شامی میں ہے کہ مبتدع کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے **الصلوة خلفھم تکرہ کراھة شدیدةً** یعنی تفضیلیوں کے پیچھے نماز پڑھنی سخت مکروہ ہے ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا گناہ ہے اس کو معزول کردیں۔

۲۔نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام ہدایت کے روشن مینار اور چمکتے ہوئے ستارے ہیں تمام ہی بتدریج افضلیت کے مالک ہیں اور ان تمام کو رضائے الٰہی حاصل ہے کسی کی شان میں گستاخی اور طعن وتشنیع اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ جو حضور ﷺ کے صحابہ کو برا کہے اور کہے کہ وہ گمراہ تھے تو قتل کیا جائے بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو فاسق کہے وہ خود بہت بڑا فاسق ہے بد

مذہب ہے بدین ہے ایسا شخص اہل سنت و جماعت کے زمرے سے خارج ہے اس کا اہلسنت و جماعت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اس کو امام بنانا ناجائز و حرام ہے اس کے پیچھے اہلسنت و جماعت کی اقتداء قطعاً جائز نہیں ہے اس کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم بالصواب

حررہ غلام رسول مفتی و مدرس مدرسہ نقشبندیہ جماعتیہ علی پور شریف ضلع سیالکوٹ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء

جواب ہمارے دین و فقہ کے عین مطابق ہے اختر حسین جماعتی علی پور عفی عنہ

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (کراچی)

۱۔ جو شخص حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما سے بہتر کہے وہ سنی نہیں اور یہ شخص محب حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں چنانچہ صواعق شریف میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (ترجمہ) جس بات پر ملت کے بزرگ اور امت کے عالم متفق ہیں وہ یہ ہے کہ اس امت میں سب سے افضل ابوبکر پھر عمر اس کے بعد اختلاف ہے اکثر جن میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بھی ہیں اور امام مالک کا بھی قول مشہور یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے بعد افضل حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیکی رشتہ دار ہیں صرف پانچ واسطوں سے ان کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف سے جاملتا ہے یہ کاتب وحی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں ان کے جنتی ہونے کی نوید قرآن مجید نے دی ہے۔ وہ مجتہد صحابی ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت ان کو دی اور آپ خلاف سے دست بردار ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو شخص برا کہتا ہے وہ درحقیقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے ایسا شخص رافضی ہے یا خارجی ہے اور کبھی بھی یہ شخص اہلسنت سے نہیں ہوسکتا ہے اس لیے صحابہ اور اہل بیت سے یہی لوگ عداوت رکھتے ہیں سُنّی تو ان دونوں سے محبت کرتے ہیں واللہ اعلم

فقیر عبدالمصطفیٰ الازہری، شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی نمبر ۵

حضرت علامہ پیر محمد قاسم مشوری قادری رحمۃ اللہ علیہ مشور شریف کا فتویٰ (لاڑکانہ سندھ)

مجھے فاضل محرر مفتی محمد غلام سرور صاحب قادری کی تحقیق سے مکمل اتفاق ہے اس میں کوئی

شک نہیں کہ اہل سنّت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنا گمراہی اور مذہب اہلسنّت سے خروج ہے اسی طرح کسی بھی صحابی بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اسلام پر جرح کو مستلزم اور نصوص قطعیہ سے انکار کے مترادف ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر محمد قاسم عفی عنہ

حضرت علامہ محمد اکرم خطیب جامع مسجد صدر راولپنڈی کا فتویٰ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے برابر یا ان سے افضل سمجھنا یا صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اہلسنّت و جماعت کے عقیدہ کیخلاف ہے لہذا ایسا شخص اہلسنّت سے نہیں ہے۔ لہذا جو تحقیق فاضل مجیب مفتی محمد غلام سرور قادری نے جواب میں تحریر فرمائی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

فقط فقیر محمد اکرم خطیب جامع مسجد صدر راولپنڈی (احاطہ شیخ فضل الٰہی)

حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مفتی محمد غلام سرور قادری کا جواب بالکل صحیح ہے اور جو انہوں نے فرمایا حق ہے کہ تفضیل شیخین کا منکر اور صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اچھی عقیدت نہ رکھنے والا اہلسنت سے نہیں ہے۔

شاہ محمد عارف اللہ قادری، ۵۹/بی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

حضرت مولانا مفتی تقدس علی رضوی بریلوی، شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ خیر پور کا فتویٰ (پیر پگاڑو سندھ)

مفتی غلام سرور قادری کا جواب حق و صواب ہے۔ **والحق احق ان یتبع** یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق جمیع اہلسنّت کے اتفاق کے مطابق تمام صحابہ سے افضل ہیں پھر تمام صحابہ واجب الاحترام حضرت امیر معاویہ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا بے ادب اہلسنّت سے خارج ہے۔

فقیر تقدس علی الرضوی البریلوی غفرلہ مولاہ العلی القوی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ خیر پور

حضرت علامہ مولانا پیر سیّد محمد حسن شاہ کا فتویٰ (کراچی)

حضرات علماء کرام نے جو جوابات دیئے ہیں وہ حق وصواب ہیں یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد الانبیاء تمام انسانوں سے افضل پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں جو اس کا قائل نہیں اہلسنت نہیں حضرت امیر معاویہ عادل ثقہ صحابی ہیں یوں تو کل صحابی عدول ہیں ان کا بے ادب خدا ورسول کا بے ادب ہے۔

السید محمد حسین القادری ناظم اعلیٰ انجمن حمایت اسلام، ملیر اے ایریا کراچی نمبر ۳۷

حضرت پیر سیّد محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ کرمانوالہ شریف کا فتویٰ (ساہیوال)

مجھے مذکورہ بالا تحقیقات علماء اہلسنّت سے کامل اتفاق ہے۔
محمد علی شاہ سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ حضرت کرمانوالہ (ضلع ساہیوال)

حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ نبیرہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (علی پور سیداں، سیالکوٹ)

اہلسنّت و جماعت کے مسلمات سے ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے افضل ہیں علماء اہلسنت نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلسنّت کی علامت یہ ہے کہ وہ ان دو بزرگوں کو تمام صحابہ سے افضل جانے جو شخص شیخین کی افضلیت کا منکر ہو اہلسنّت سے خارج ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ایسے کو امام نہ بنایا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ ہدایت کے روشن مینار اور چمکتے ہوئے ستارے ہیں تمام ہی بتدریج وترتیب افضلیت کے مالک ہیں اوران تمام کو رضائے الٰہی حاصل ہے۔ کسی کی شان میں گستاخی اور طعن وتشنیع اپنے ایمان کو ضائع کرنا ہے۔

جو حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) فاسق کہتا ہے وہ خود بہت بڑا فاسق، بد مذہب، بددین ہے ایسا شخص اہلسنت کے زمرہ سے خارج ہے اس کا اہلسنت وجماعت سے کوئی

دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اس کو امام بنانا ناجائز وحرام ہے اس کے پیچھے اہلسنت و جماعت کی اقتداء قطعاً ناجائز ہے۔ اس کے پیچھے نماز کلیۃ نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب

جواب ہمارے دین وفقہ کے عین مطابق ہے۔ اختر حسین جماعتی علی پوری عفی عنہ

حررہ غلام رسول مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف ۲۴ دسمبر ۱۹۷۱

حضرت علامہ پیر میاں جمیل احمد شرقپوری کا فتویٰ

(شرقپور شریف، شیخوپورہ)

مجھے علماء اہلسنت کی مذکورہ بالا تحقیقات و تصدیقات سے پورا اتفاق ہے اور یہی حق وصواب ہے یعنی تفضیل شیخین احترام واکرام جمیع اہلسنت کا مسلک ہے۔ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واجب التعظیم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں منکر اہلسنت سے خارج ہے لائق امامت نہیں۔

میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی ضلع شیخوپورہ

حضرت ابوالکلیم محمد خادم حسین شاہ سجادہ نشین چورہ شریف کا فتویٰ

جواب علماء کرام حق وصواب ہے یعنی میں متفق ہوں کہ یہی اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے اس کا مخالف اہلسنت سے خارج ہے امامت کے لائق بھی نہیں ہے۔

ابوالکلیم محمد خادم حسین شاہ غفرلہ، چورہ شریفی ضلع کیمبل پور

جلالپور پیر والہ کا فتویٰ

الجواب صحیح، فقیر محمد قادری بقلم خود جلالپور پیر والہ ضلع ملتان

ساہیوال کا فتویٰ

الجواب حق وصواب والمجیب مصیب ومثاب، ابوالنصر منظور احمد بانی جامعہ فریدیہ ساہیوال

کراچی کا فتویٰ

الجواب صحیح: فقیر ابوالمعانی غلام نبی، ناظم اعلیٰ دارالعلوم حامدیہ رضویہ مرزا ازہر خان روڈ بکرا پیڑی کراچی

دارالسلام (ٹوبہ)

الجواب صحیح والمجیب مصیب، محمد مختار الحق الصدیقی، خطیب جامع مسجد اکبری دارالسلام (ٹوبہ)

شیخوپورہ

استفتاء کا جواب مذکورہ بالا سطور فقہ حنفی وعقائد اہلسنت کے بالکل مطابق اور درست وصحیح ہے لاریب فیہ۔

فقط ابوالفیض مولانا محمد عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی مدظلہ، مہتمم مدرسہ دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں تحصیل وضلع شیخوپورہ

میانوالی

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ حضرت مولانا پیر غلام فخرالدین گانگوی عفی عنہ میانوالی شہر مہتمم مدرسہ شمس العلوم وسجادہ نشین آستانہ عالیہ گانگویہ میانوالی

مظفرگڑھ

ذلک کذلک والجواب ذلک، حضرت علامہ مفتی نیاز احمد عفی عنہ خطیب جامع مسجد سردار اکبر خاں علی پور، ضلع مظفرگڑھ

راولپنڈی

نعم المجیب ونعم الجواب، ابوالمعانی غلام سبحانی قادری رضوی، مہتمم مدرسہ سعدیہ عنایت مسجد نزد انبالہ دری فیکٹری محلہ احمد پورہ سید پور روڈ راولپنڈی

بہاولپور

الجواب صحیح۔ فقیر قادری ابوصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ، مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

سکھر

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

فقیر ابوالخیر مفتی محمد حسین ﷬ شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

الحمد للہ والمنۃ علماء اہلسنت و مشائخ ملت کثرہم اللہ تعالیٰ نے فقیر کی تحقیق کی کمال تائید فرمائی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا جس سے بڑھ کر عقل مند کے لیے کوئی عظیم الشان دلیل و برہان نہ ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس مسئلے پر شک و شبہ میں مبتلا حضرات کے شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے اور وہ اپنی غلطی سے رجوع کر کے قبول حق میں کوئی تامل نہ فرمائیں گے۔ اللھم وفقنا بقبول الحق و الصواب بحرمة صاحب فضل الخطاب سیدنا سید الانبیاء و المرسلین و آله و صحبه اجمعین الی یوم الدین

نیاز مند: محمد غلام سرور قادری رضوی مصطفوی

مطبوعات سُنّی فاؤنڈیشن

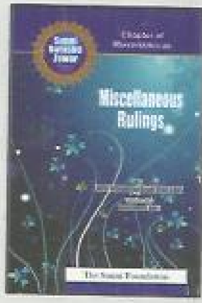
ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے گائیڈ بک کا درجہ رکھنے والی معروف کتاب "سُنّی بہشتی زیور"

کا انگلش ترجمہ ہر باب الگ الگ کتاب کی صورت میں

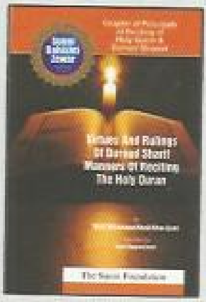
عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت مفتی خلیل احمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتابیں انسانی زندگی سے متعلق تمام

شرعی اور فقہی احکامات و مسائل کو سمجھنے کے لیے ہر گھر اور گھر کے ہر فرد کی ضرورت ہیں

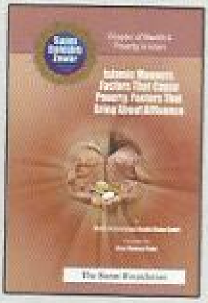
12 اسلامی انگلش کتابوں کا خوبصورت سیٹ



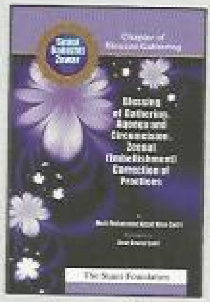
متفرق فقہی مسائل



تلاوت قرآن کے آداب، درود شریف اور دعا کے فضائل و مسائل



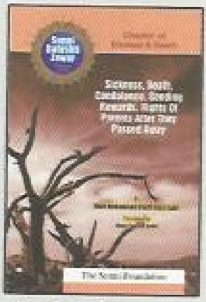
اسلامی آداب معاشرت و معاملات زندگی



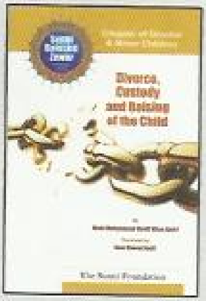
دینی محافل کی برکات اور شرکت کے اسلامی آداب



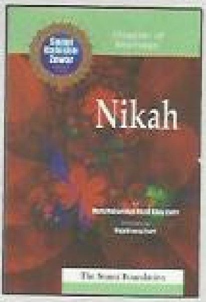
کبیرہ گناہوں کی اسلامی سزائیں



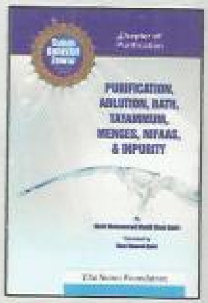
بیماری، موت اور تدفین کے فقہی مسائل



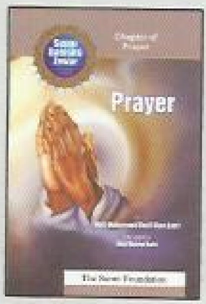
طلاق سے متعلق شرعی مسائل



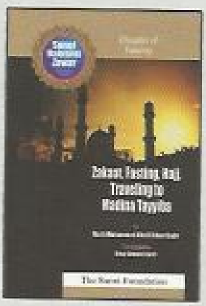
اسلام کا عائلی نظام



طہارت اور پاکیزگی کے مسائل



نماز



زکوٰۃ، روزہ، حج اور مدینہ شریف حاضری سے متعلق شرعی احکامات اور مسائل



گھر اور خاندان کے متعلق شرعی مسائل

اپنی تنظیم، ادارے یا مسجد کی طرف سے یا والدین کے ایصال ثواب کے لیے یہ کتابیں زیادہ سے زیادہ خرید کر صدقہ جاریہ فرمائیں

سُنّی فاؤنڈیشن

07908770991